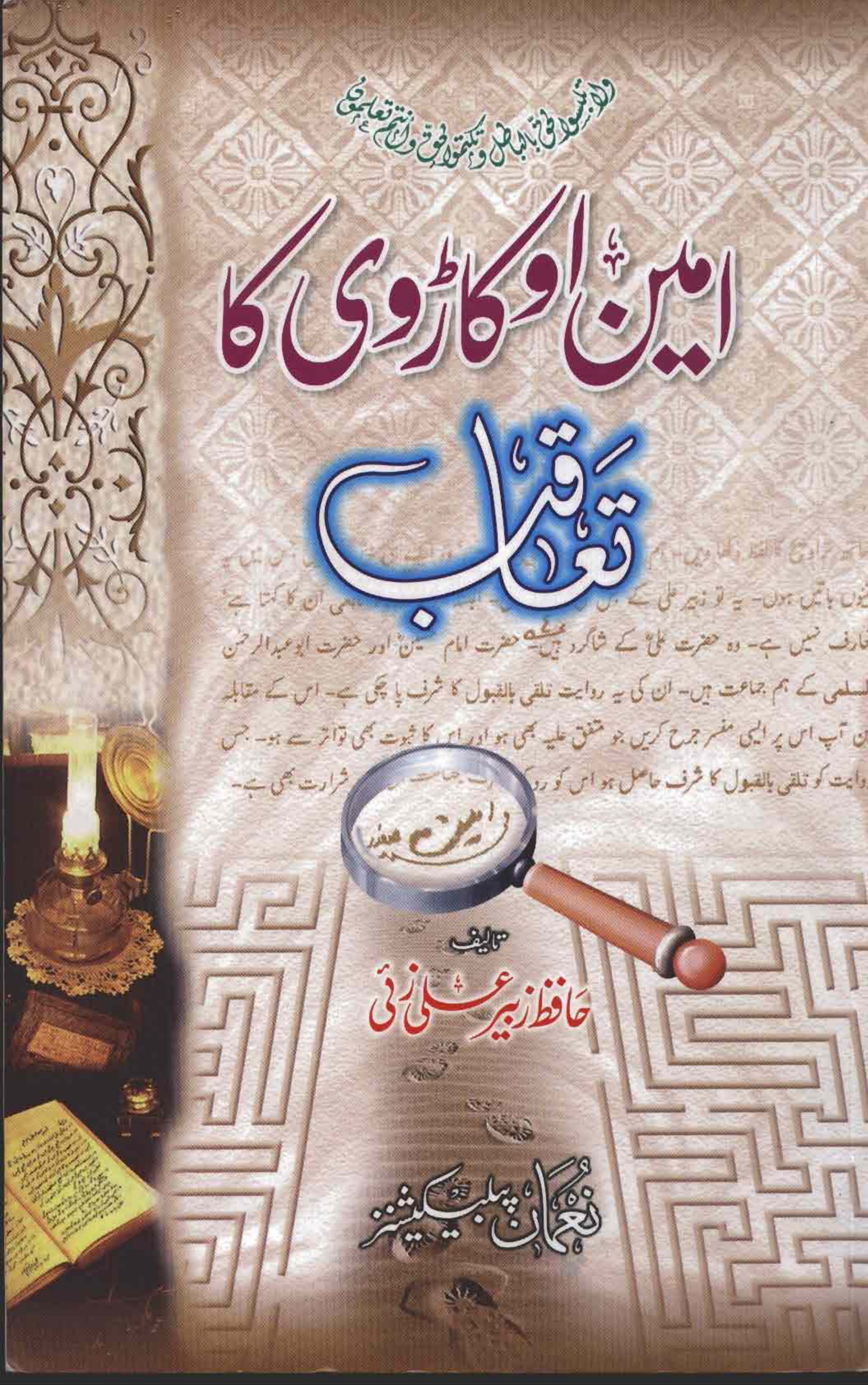
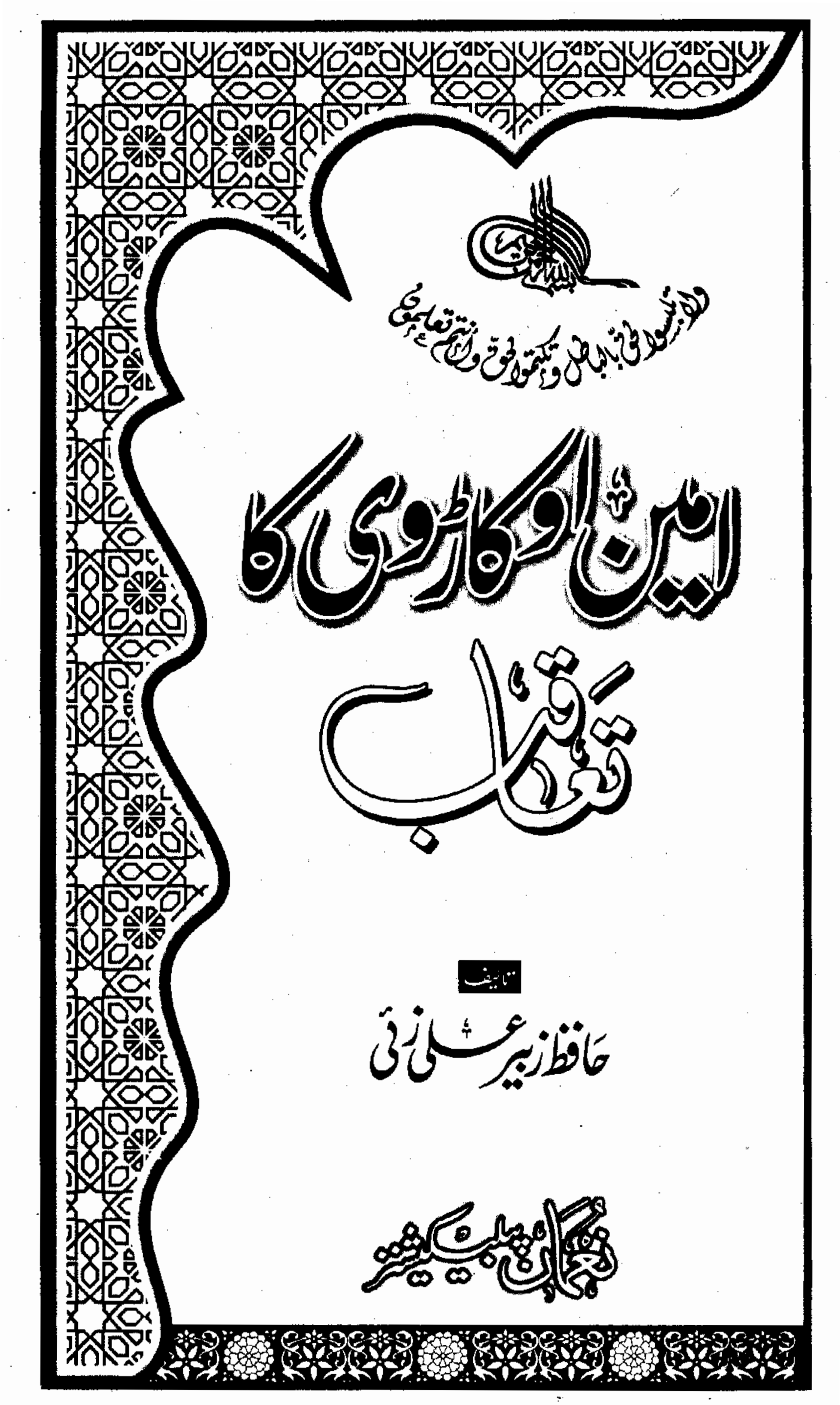

ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون
امین اوکاڑوی کا
تعاقب
تالیف
حافظ زبیر علی زئی
نعمان پبلیکیشنز


بسم الله الرحمن الرحيم
ولا تلبسوا الحق بالباطل وتكتموا الحق وانتم تعلمون
امین اوکاڑوی کا
تعاقب
تالیف
حافظ زبیر علی زئی
نعمانی پبلیکیشنز

فہرست عنوانات

پیش لفظ

عرصہ دراز سے دین کے نام پر ''اوکاڑوی کلچر'' کو فروغ دیا جا رہا ہے، جو کہ ظلمات، تحریفات، اکاذیب، اور غلط تاویلات کا پلندا ہے، غیر جانبدار عام آدمی بھی اس حقیقت کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس گروہ کا مقصدِ حیات عامل بالقرآن والحدیث کی تحمیق و تجہیل، تضلیل و تقبیح اور تمسخر و تشنیع ہے بلکہ اس گروہ کے سرغنہ ماسٹر محمد امین سے تو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی محفوظ نہیں رہے دیکھئے یہی کتاب ص ۱۷، وحاشیہ تفہیم البخاری: ۱/۳۷۰ وغیرہ۔

زیرِ نظر کتاب کا پس منظر کچھ اس طرح ہے کہ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے تراویح آٹھ رکعات سنت ہیں کے موضوع پر ''نور المصابیح'' نامی ایک رسالہ لکھا جو کہ عوام و خواص میں بہت مقبول ہوا، اسی رسالہ پر عادت سے مجبور ہو کر اوکاڑوی صاحب نے ہرزہ سرائی کی تو جواب میں استاذ محترم نے اس کے اوہام و فریب کی قلعی اتار کر عوام الناس پر حقیقت حال کو ''اوکاڑوی کا تعاقب'' کی صورت میں آشکارا کیا۔

اللہ رب العزت استاذ محترم کی اس سعی عظیم کو قبول فرمائے۔ اور اس کتاب کو ذریعہ ہدایت بنائے۔ (آمین)

حافظ ندیم ظہیر

مدرسہ اہل حدیث حضرو

(۲۹۔ جولائی ۲۰۰۴ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمة الكتاب

الحمدلله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين ، أما بعد :

یہ کتاب ''امین اوکاڑوی کا تعاقب'' ایک کھلا خط ہے جسے امین اوکاڑوی صاحب کی زندگی میں ان کی خدمت میں بھیجا تھا مگر وہ اس کتاب کی اصل شرط کے مطابق جواب نہ دے سکے، اب افادہ عام کے لئے اسے تصحیح وتنقیح کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔

اہل حدیث اہل حق ہیں:

اوکاڑوی صاحب دن رات، اہلِ حدیث کو غیر مقلدین کہہ کر خوب مذاق اڑایا کرتے اور اہلِ حق :اہلِ سنت والجماعت سے خارج قرار دیتے تھے، جبکہ اس کے سراسر برعکس مفتی کفایت اللہ الدھلوی: دیوبندی (متوفی ۱۹۵۲ء) فرماتے ہیں:

''جواب-ہاں اہلِ حدیث مسلمان ہیں اور اہلِ سنت والجماعت میں داخل ہیں، ان سے شادی بیاہ کا معاملہ کرنا درست ہے۔محض ترک تقلید سے اسلام میں فرق نہیں پڑتا اور نہ اہلِ سنت والجماعۃ سے تارکِ تقلید باہر ہوتا ہے'' (کفایت المفتی:۱/۳۲۵ جواب نمبر:۳۷۰)

۱: مفتی کفایت اللہ صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

''غیر مقلدین کے پیچھے حنفی کی نماز جائز ہے'' (کفایت المفتی:۱/۳۲۷ جواب:۳۷۳)

دیوبندیوں کے ممدوح اور تفسیر حقانی کے مؤلف عبدالحق دھلوی صاحب (متوفی ۱۳۳۶ھ) لکھتے ہیں کہ:

''اور اہلِ سنت: شافعی، حنبلی مالکی حنفی ہیں اور اہلِ حدیث بھی ان ہی میں داخل ہیں'' (عقائد الاسلام: ص۳)

تنبیہ: یہ کتاب ''عقائد الاسلام'' جناب محمد قاسم نانوتوی، بانی فرقہ دیوبندیہ کی پسند فرمودہ ہے۔ دیکھئے عقائد الاسلام: ص۲۶۴۔

دیوبندیوں کے مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب، مودودی صاحب کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''تقریباً دوسری تیسری صدی ہجری میں اہلِ حق میں فروعی اور جزئی مسائل کے حل کرنے میں اختلاف انظار کے پیشِ نظر پانچ مکاتب فکر قائم ہوگئے ہیں یعنی مذاہب اربعہ اور اہلِ حدیث۔اس زمانے سے لے کر آج تک انہی پانچ طریقوں میں حق کو منحصر سمجھا جاتا رہا'' (احسن الفتاوی:۱/۳۱۶)

دیوبندیوں کے پیر عنایت اللہ شاہ گجراتی مماتی اپنے قلم سے مع دستخط لکھتے ہیں کہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ — [illegible] ذوالقعدہ [illegible]
13 فروری [illegible]

حنفی۔ مالکی۔ شافعی۔ حنبلی اور اہل حدیث سب کو باوجود
فروعی اختلاف کے مسلمان اہل سنت اہل حق سمجھتا ہوں
اور خود حنفی ہوں۔ ائمہ اربعہ حضرت امام ابو حنیفہ رح
حضرت امام مالک رح حضرت امام شافعی رح حضرت امام
احمد بن حنبل رح رحمہم اللہ تعالیٰ کو برحق جانتا ہوں۔ [illegible]
[illegible]

ان چار گواہیوں سے معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک بھی اہلِ حدیث: اہلِ سنت اور اہلِ حق ہیں، والحمدللہ

اوکاڑوی صاحب اور قادیانی باغ:

ماسٹر امین اوکاڑوی کے بھائی میاں محمد افضل صاحب لکھتے ہیں کہ:

"۱۹۴۹ء میں والد صاحب نے چک نمبر R-4/1 کی رہائش ترک کر دی اور چک L-2/55 میں اقامت گزیں ہو گئے تا کہ برادر بزرگ مولانا محمد امین صفدرؒ غیر مقلدین سے دور رہیں اور راہ ہدایت پر واپس لوٹ آئیں۔ اس گاؤں میں رہ کر والد صاحب نے چوہدری غلام قادر (قادیانی) کا باغ لگایا اور تقریباً سترہ سال قادیانی کی ملازمت بڑی خودداری اور غیرت اسلامی کے ساتھ کی"

(ماہنامہ الخیر کا امین اوکاڑوی نمبر، اشاعت خاص: ص ۱۰۹)

محمد اسلم زاھد دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"مولانا محمد احمد صاحب مظفر گڑھ والے سفر حج کے دوران مفتی سعودی عرب عبدالعزیز بن باز کے کمرہ میں چلے گئے، وہ لیٹے ہوئے تھے، مولانا نے ان کے نائبین سے دو سوال کئے، بن باز صاحب جاگ رہے تھے وہ کہنے لگے: ان کو نکال دو یہ مولانا محمد امین کا شاگرد معلوم ہوتا ہے، مولانا نے دریافت کیا: کیا کسی حدیث میں ہے کہ مولانا امین کے شاگرد کو جواب نہیں دینا؟ بن باز کہنے لگے: اب تو مجھے پکا یقین ہو گیا ہے کہ یہ محمد امین کا شاگرد ہے اس کو فوراً نکال دو" (امین اوکاڑوی کی علمی مجالس ص ۲۶۱ مطبوعہ: دار الھدیٰ پبلشرز)

اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

۱: سعودی عرب کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) شیخ الاسلام عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ، اہلِ حدیث مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔

۲: امین اوکاڑوی صاحب، سعودی علماء کے نزدیک، ناپسندیدہ شخصیت تھے۔

دیوبند اور انگریز:

سید محمد نذیر حسین محدث دھلوی رحمہ اللہ نے جب انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا (علماء ہند کا شاندار ماضی: ۴/۲۷۰، از قلم سید محمد میاں دیوبندی، انگریز کے باغی مسلمان: ص ۲۹۳، از قلم جانباز مرزا) اس وقت

دیوبندی علماء خانقاہوں اور مدارس میں روپوش تھے، کسی نے بھی جہاد کا فتوی نہیں دیا، بلکہ وہ اس کے برعکس انگریزوں کی فوج میں خضر علیہ السلام کو دیکھ رہے تھے!؟

دیوبندیوں کے مولوی فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی نے ایک دن کہا:

"لڑنے کا کیا فائدہ؟ خضر کو تو میں انگریزوں کی صف میں پارہا ہوں" (حاشیہ سوانح قاسمی: ۱۰۳/۲ و حاشیہ علمائے ہند کا شاندار ماضی: ۲۸۰/۴)

مولوی عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی نے محمد قاسم نانوتوی و رشید احمد گنگوہی وغیرہما کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے" (تذکرۃ الرشید: ۷۹/۱)

مہربان سرکار (یعنی انگریزی حکومت) تازیست (یعنی ساری زندگی)۔

برٹش انڈیا کے لیفٹیننٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز پامر نے مدرسہ دیوبند کا معائنہ کیا اور درج ذیل الفاظ لکھے:

"یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد و معاون سرکار ہے"

(محمد احسن نانوتوی ص ۲۱۷، تصنیف: محمد ایوب قادری دیوبندی، وفخر العلماء ص: ۶۰)

جناب اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب کے بارے میں بعض لوگ یہ کہتے تھے کہ: "انگریزی" حکومت کی طرف سے انہیں چھ سو روپیہ ماہوار ملتا تھا۔ (مکالمۃ الصدرین ص ۹، تقریر شبیر احمد عثمانی، دیوبندی)

اس بات کا تذکرہ، تھانوی صاحب نے الافاضات الیومیہ (۵۶/۶، ملفوظ نمبر: ۱۰۸) میں بھی کیا ہے۔

دیوبند اور ہندو:

مدرسہ دیوبند (کی تعمیر) کے لئے جن ہندوؤں نے چندا دیا تھا بعض کے نام درج ذیل ہیں:

"منشی تلسی رام، رام سہائے، منشی ہردواری لال، لالہ بیجناتھ، پنڈت سری رام، منشی موتی لال، رام لال، سیوا رام سوار"

(سوانح قاسمی: ۳۱۷/۲)

قاری طیب دیوبندی، مہتمم "دار العلوم" دیوبند فرماتے ہیں کہ:

"چنانچہ دار العلوم کی ابتدائی روداد میں بہت سے ہندوؤں کے چندے بھی لکھے ہوئے ہیں" (خطبات حکیم الاسلام: ۱۴۹/۹)

ایک غیر اہلِ حدیث، اور دیوبندیوں کے ممدوح مولوی صاحب نے کرم داس گاندھی کے بارے میں اعلان کیا:

"البتہ یہ جانتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد میرے اوپر گاندھی جی کا حکم نافذ ہے"

(کتاب: شیخ الاسلام حسین احمد مدنی، تصنیف: فرید الوحیدی دیوبندی: ص ۳۵۰)

ان دیوبندی ہندو تعلقات کو اس وقت عروج حاصل ہوا جب دیوبند کی صد سالہ تقریب میں آنجہانی اندرا گاندھی کو بطور مہمان خصوصی بلایا گیا اور اس نے وہاں تقریر کی۔

دیوبند اور قادیانیت:

ایک دفعہ کسی شخص نے جوش میں مرزا غلام احمد قادیانی (کذاب دجال) کو بُرا کہہ دیا تو اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب بولے:

"یہ زیادتی ہے، توحید میں ہمارا ان کا کوئی اختلاف نہیں، اختلاف رسالت میں ہے اور اس کے بھی صرف ایک باب میں یعنی عقیدۂ ختم رسالت میں بات کو بات کی جگہ پر رکھنا چاہئے" (سچی باتیں: ص ۲۱۳، تصنیف: عبدالماجد دریابادی و ترتیب: حکیم ہلال اکبرآبادی)

محمد حسین بٹالوی (اہلِ حدیث) کے مقابلے میں (دیوبندی و بریلوی حضرات اپنا جو مناظر لائے تھے اس کا نام غلام احمد قادیانی ہے، دیکھئے بشیر احمد قادری دیوبندی کی کتاب "ترکِ تقلید کے بھیانک نتائج" (ص ۴۷، ۴۸)

محمد قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں پڑے گا" (تحذیر الناس: ص ۸۵)

مفتی کفایت اللہ الدھلوی دیوبندی فرماتے ہیں کہ:

"اگر یہ شخص خود مرزائی عقیدہ اختیار کرنے والا ہے یعنی اس کے ماں باپ مرزائی نہ تھے تو یہ مرتد ہے، اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست نہیں، لیکن اگر اس کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک مرزائی تھا تو یہ اہلِ کتاب کے حکم میں ہے، اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے"
(کفایت المفتی: ۱/۳۱۳ جواب: ۳۴۹)

ص 6 پر گزر چکا ہے کہ امین اوکاڑوی صاحب کے والد نے غلام قادر قادیانی کا باغ لگایا تھا اور سترہ سال اس کی ملازمت کی تھی۔

بریلوی اور دیوبندی اختلاف:

محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

"میرے لئے "دیوبندی بریلوی اختلاف" کا لفظ ہی موجب حیرت ہے...... الغرض یہ دونوں فریق اہل سنت والجماعت کے تمام اصول وفروع میں متفق ہیں...... اس لئے ان دونوں کے درمیان مجھے اختلاف کی کوئی صحیح بنیاد نظر نہیں آتی"
(اختلاف امت اور صراطِ مستقیم: ص ۲۵ و ترمیم شدہ ایڈیشن ص ۳۸)

بریلوی و دیوبندی اختلاف کا نقطۂ آغاز اس وقت شروع ہوا جب دیوبندیوں نے امکانِ نظیر (یعنی نبی ﷺ کا ہم مثل ونظیر ممکن ہے!!) کا مسئلہ چھیڑا دیکھئے "محمد احسن نانوتوی" ص ۹۴

اسی مسئلے امکانِ نظیر کے لئے متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں مثلاً نانوتوی صاحب کی "تحذیر الناس" قاری طیب دیوبندی صاحب اپنا ایک خواب بیان کرتے ہیں جس میں انہوں نے محمد قاسم نانوتوی صاحب کو دیکھا تھا نانوتوی صاحب نے قاری صاحب سے کہا:

''اچھا امکانِ نظیر تقریر کرو'' طیب صاحب نے کہا: ''میں بہت تیزی سے فر فر تقریر کرنے لگا''

(مجالس حکیم الاسلام: ص ۳۵ و اکاذیب آلِ دیوبند: ص ۱۳۱)

ایک سوال کے جواب میں اشرف علی تھانوی صاحب دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

'' آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ﷺ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے، کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے'' (حفظ الایمان: ص ۱۳، دوسرا نسخہ: ص ۱۱۶) نیز دیکھئے الشہاب الثاقب: ص ۹۸

اس گستاخانہ عبارت اور اس قسم کی دوسری عبارات کی وجہ سے احمد رضا خان بریلوی صاحب اور ان کے متبعین سخت مشتعل ہوئے اور دیوبندیوں پر فتوی لگا دیا۔

مولوی محمد امجد بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''وہ چند باتیں جو حال میں وہابیہ نے اللہ عزوجل اور نبی ﷺ کی شان میں بکی ہیں غیر مقلدین سے ثابت نہیں.....''

(بہار شریعت حصہ اول: ص ۳۷ پسند کردہ احمد خان رضا بریلوی صاحب)

اوکاڑوی صاحب نے بھی رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کر رکھی ہے دیکھئے ص ۱۷، ۱۸

تنبیہ:

محمد امین صفدر اوکاڑوی صاحب نے ۲۰ جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ کو محمد نعیم ملتانی (دیوبندی) کو اپنی کتاب ''تجلیاتِ صفدر'' کی اشاعت کا اجازت نامہ لکھ کر دے دیا۔ (دیکھئے تجلیاتِ صفدر: ۱/۲۹)

اوکاڑوی صاحب کے چاروں بیٹوں اور بیگم صاحبہ نے بھی اشاعت نامہ محمد نعیم کو دے دیا۔ (تجلیاتِ صفدر: ۱/۳۰)

سندھ کا مناظرہ:

اوکاڑوی صاحب سے مناظرہ کرنے کے لئے میں، لاڑکانہ سندھ گیا تھا مگر وہ سکھر بھاگ گئے تھے دیکھئے ''اوکاڑوی کا تعاقب'' (ص 23,22) مناظرے والے دنوں میں جس شرائط نامے پر فریقین کے دستخط ہوئے تھے اس کا عکس درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرائط

۱۔ دلائل قرآن و حدیث سے دیئے جائیں گے

۲۔ حدیث وہ صحیح ہوگی جس کو محدثین صحیح کہیں اور وہ ضعیف ہوگی جس کو محدثین ضعیف کہیں

۳۔ اسی طرح راوی ثقہ وہ ہوگا جس کو محدثین ثقہ کہیں اور ضعیف وہ ہوگا جس کو محدثین ضعیف کہیں۔

۴۔ اختلاف کی صورت میں تصحیح اور تضعیف اور توثیق و تضعیف میں جمہور محدثین اور ثقہ مجتہدین کی تحقیق کو ترجیح ہوگی

۵۔ موضوع کے مناظرہ کو باہر جانے کی اجازت نہ ہوگی جو مناظر موضوع سے ہٹ گیا اسکی شکست ہوگی بشرطیکہ فریقین کے ثالث متفقہ طور پر یہ فیصلہ دیں کہ فلاں مناظر موضوع سے ہٹ گیا ہے

۶۔ کسی شخص کو مناظر کے علاوہ بولنے کی اجازت نہ ہوگی خلاف ورزی کی صورت میں بولنے والے کو باہر نکال دیا جائے گا

۷۔ معاون مناظر بھی مناظر سے آہستہ گفتگو کر سکے گا

۸۔ مناظرہ ۸ بجے صبح شروع ہوگا اور پہلی نشست ایک بجے ختم ہوگی۔

۹۔ بعض مسائل میں خاص کو عام پر ترجیح ہوگی۔

۱۰۔ ہر موضوع کیلئے کم از کم 2-2 گھنٹے دیئے جائیں گے اگر فیصلہ پہلے ہوگیا تو صحیح ورنہ وقت مقرر تک مناظرہ

۱۱۔ حنفیوں کے خلاف حنفی کا قول (امام ابو یوسف) یعنی جس پر انکا فتویٰ ہوگا پیش کیا جائے گا

۱۲۔ مدعی اپنا دعویٰ پیش کرے گا اور مدعا علیہ اپنا جواب دعویٰ پیش کرے گا اور یہ دونوں دعوے مناظرے سے پہلے تحریری ہوں گے

۱۳۔ اہلحدیث اپنا دعویٰ حدیث کے مطابق پیش کریں گے اور احناف اپنا جواب دعویٰ اپنے امام کے قول کے مطابق پیش کریں گے (جو مفتی بہ) قول مفتی بہ ہوگا

۱۴۔ مدعی اور مدعی علیہ اپنے دعوے اور جواب دعویٰ کے خلاف کوئی دلیل پیش کرنے کا مجاز نہ

مشتاق احمد 2/-/10-99

محمد زبیر ... خود 21-10-95

جو اشخاص فی الفور اہل حدیث ہوئے تھے ان کی دستخطی تحریر درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

((حنفی دیوبندیوں، مقلدوں کی شرمناک شکست فاش))

ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ دیوبندیوں نے اہلحدیث کے ساتھ 22/10 کو ایک مناظرہ کرنا تھا۔ اس میں انہوں نے ماسٹر محمد امین اوکاڑوی کو بلایا اہلحدیث کی طرف سے پروفیسر طالب الرحمٰن 21/10/95 کو تشریف لا چکے تھے۔ اور ۲۱ کو ہی فریقین کے درمیان شرائط پر تحریری اتفاق ہوگیا۔ اہلحدیث نے فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر اور رفع الیدین پر اپنے تینوں دعوے مع دستخط کے دیوبندیوں کو دے دیئے۔

ہم اللہ وحدہ لاشریک کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ دیوبندی (مناظر امین اوکاڑوی) مناظرہ سے بھاگ گئے۔ انہوں نے جواب دعویٰ لکھا اور نہ ہی طے کردہ شرائط پر مناظرہ کے لئے تیار ہوئے۔ اور کئی حنفی حضرات نے مسلک اہلحدیث قبول کر لیا

[illegible] ناظم جمعیت اہلحدیث سنٹر کالا ...

حاجی ملک محمد
حاجی ملک ... امیر
جمعیت اہلحدیث ...

[illegible]

23-10-95

[illegible]

25-10-95

حکیم علی نواز میرن
[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جماعت اہلحدیث لدھڑ کانہ اور احناف دیوبند لدھڑ کانہ کے درمیان 7/9/92 کو فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر اور رفع یدین پر مناظرہ ہونا طے پایا تھا جس کے لئے 22/9/92 کی تاریخ مقرر کر دی گئی۔ اہلحدیث کی طرف سے پروفیسر طالب الرحمٰن اور حافظ زبیر علی زئی حضرو والے 22/9/92 کو لدھڑ کانہ پہنچ گئے۔ حنفیوں نے ماسٹر امین اوکاڑوی کو مناظرہ کے لئے بلایا تھا۔ فریقین کے درمیان جب شرائط طے ہو گئیں اور ان پر دونوں فریقوں (اہلحدیث اور دیوبندی) کے سرکردہ حضرات کے دستخط ہو گئے تو دیوبندیوں نے تینوں مسائل پر دعوے [illegible] اہلحدیثوں نے دعوے لکھ کر دے دیئے۔ اس کے بعد دیوبندی [illegible] اور [illegible] دستخط شدہ شرائط پر مناظرہ کئے بغیر بھاگ گئے۔ تو درج ذیل اشخاص نے اہلحدیث ہونے کا اعلان کیا۔

ہم آج 22/9/92 کو اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ ہم نے مسلک اہلحدیث کے دلائل سن لئے ہیں۔ اور ہم پر واضح ہو گیا ہے کہ یہی مسلک حق ہے اور دیوبندی حضرات جھوٹے ہیں۔ اور مناظرہ سے بھاگ گئے ہیں۔ لہذا ہم آج سے اپنے اہلحدیث ہونے کا باقاعدہ اعلان کرتے ہیں۔ اللہ ہمیں ثابت قدم رکھے۔ آمین

(1) مختیار علی [illegible] ولد [illegible] ضلع لدھڑ کانہ، تحصیل [illegible] [signature]

(2) [illegible] ولد [illegible] خان [illegible]

(3) حاجی محمد عظیم [illegible] — حاجی محمد عظیم

(4)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ غیر مقلد مناظر نے مناظرہ سے پہلے ہی تسلیم کر لیا کہ امام کے پیچھے 113 سورتیں پڑھنا حرام ہیں اور صرف سورت فاتحہ پر مقتدی کا پڑھنا فرض ہے۔ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی یہ قرآن پاک میں بالکل نہیں ہے۔ اب ہم اپنا مسئلہ انشاء اللہ العزیز قرآن پاک سے ثابت کر دیں گے۔ اور جب تک قرآن پاک سے مسئلہ حل ہو سکے کسی اور طرف جانے کی ضرورت نہیں۔ (2) حدیث کی صحت اور ضعف کے بارہ میں غیر مقلد مناظر نے پوری بوکھلاہٹ کے ساتھ یوں لکھ دیا ہے۔ جب آپ کے ہاں دلیل صرف اللہ کا فرمان اور نبی پاک کا ارشاد ہے تو آپ کو حدیث کا صحیح ہونا دلیل سے ہی ثابت کرنا پڑے گا آپ نے اس کو یوں لکھ کر ایک طرف قرآن حدیث کی توہین کی ہے دوسرے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ ہمارا مسلک صرف قرآن حدیث سے ثابت نہیں ہو سکتا اور ساتھ یہ بھی تسلیم کر لیا ہے کہ قرآن نے ہمیں خاص اس مسئلہ میں یتیم کر دیا ہے۔ [illegible] [illegible] ہیں۔ [illegible] مسائل [illegible] خود مقتدی اور امام [illegible] 8 [illegible] کی موافقت [illegible] اور حدیث کو دلیل [illegible] اللہ اور رسول کے ارشاد سے صحیح ثابت کرنا۔ [illegible]

[illegible] محمد امین صفدر اوکاڑوی

21-10-9[illegible]

آٹھ تراویح اور اکابر دیوبند:

حنفیوں ودیوبندیوں کے اکابرین نے یہ تسلیم کیا ہے کہ آٹھ رکعات تراویح سنت ہیں، مثلاً

۱: ابن ہمام حنفی (فتح القدیر و براھین قاطعہ: ص ۴۸)
۲: طحطاوی حنفی (حاشیہ علی الدر المختار: ۱/۲۹۵)
۳: احسن نانوتوی (حاشیہ کنز الدقائق: ص ۳۶)
۴: عبدالشکور لکھنوی (علم الفقہ ص ۱۹۸)
۵: خلیل احمد سہارنپوری (براھین قاطعہ: ص ۱۹۵)

میں نے قیام رمضان (تراویح) کے مسئلے پر ایک مضمون ''نور المصابیح'' لکھا تھا، جسے اس کتاب کے آخر میں لگا دیا گیا ہے، ص ۲۷۔ والحمدللہ

آخر میں احادیث وآثار اور اسماء الرجال کی فہرست بھی لگا دی ہے۔

اکاذیب اوکاڑوی:

راقم الحروف نے امین صاحب کے بہت سے اکاذیب (جھوٹ) جمع کر رکھے ہیں جن میں سے بعض اسی کتاب میں درج ہیں دیکھئے ص ۱۸، ان شاء اللہ ان اکاذیب میں سے بعض کو ''اکاذیب آلِ دیوبند'' میں جمع کر دیا جائے گا تا کہ اوکاڑوی صاحب کا اصلی چہرہ لوگوں کے سامنے واضح ہو جائے۔

۱: اوکاڑوی صاحب نے کہا: ''مگر تاہم طحاوی ج ۱ ص ۱۶۰ پر تصریح ہے کہ مختار نے یہ حدیث بذاتِ خود حضرت علیؓ سے سنی''
(جزء القرأۃ للبخاری تحقیق اوکاڑوی: ص ۵۸)

یہ بات سراسر جھوٹ ہے، طحاوی کے محولہ صفحے پر یہ حدیث مختار کے بذاتِ خود سننے کی صراحت نہیں۔

۲: اوکاڑوی صاحب نے کہا: ''اور دوسرا صحیح السند قول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لا یقرأ خلف الإمام کہ امام کے پیچھے کوئی شخص قرأت نہ کرے'' (ایضاً ص ۶۳ تحت ح: ۴۷ بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۳۷۶)

مصنف کے محولہ صفحے یا کسی دوسرے مقام پر ایسی کوئی حدیث، رسول اللہ ﷺ سے مروی نہیں ہے۔ یہ تو جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے جسے اوکاڑوی صاحب نے مرفوع حدیث بنا دیا ہے۔

﴿وما توفیقی إلا باللہ ؕ علیہ توکلت وإلیہ أنیب﴾

وما علینا إلا البلاغ

حافظ زبیر علی زئی

مدرسہ اہل الحدیث حضرو، ضلع اٹک (۲۲ جولائی ۲۰۰۴ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب الجواب

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الأمین ، أما بعد :

راقم الحروف نے تعدادِ رکعاتِ قیامِ رمضان کے سلسلے میں چند مضامین لکھے تھے جنہیں بعد میں کتابی شکل میں شائع کر دیا، اس اشاعت کا محرک ایک عامی مسعود احمد خان اور قاری چمن محمد دیوبندی غلام خانی تھے۔ ان دونوں نے تو خاموشی میں ہی اپنی نجات سمجھی مگر اوکاڑوی باسی کڑھی میں اُبال آیا تو محرفِ آلِ دیوبند نے توڑ موڑ، کذب وافتراء، شعبدہ بازی اور قلابازیوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے بعض عبارات کا جواب دیوبندی رسالہ "الخیر ملتان" میں شائع کر دیا۔

محمد عمران صاحب لاہوری، سابق دیوبندی وحال اہلِ حدیث نے یہ مضمون فراہم کیا تو راقم الحروف نے آلِ دیوبند کے تمام مضمون کو متن میں درج کر کے اس کا مکمل ومسکت جواب لکھا اور چیلنج کیا کہ "اب آپ کوشش کریں کہ اوکاڑوی صاحب میرے اس مضمون اور کتاب کا مکمل جواب دیں۔ اگر وہ انہیں متن میں رکھ کر مکمل جواب نہیں دیں گے تو ان کے جواب کو باطل اور کالعدم سمجھا جائے گا"

(اوکاڑوی کا تعاقب: ص 71)

چونکہ میرے جوابی مضمون میں آلِ دیوبند کی موت تھی لہذا اوکاڑوی صاحب نے اس شرطیہ عبارت کو پس پشت ڈالتے ہوئے مضمون کے بعض حصوں کا خودساختہ خلاصہ نکال کر "الخیر" جون، جولائی اور اگست ۲۰۰۰ء میں شائع کر کے یہ ثابت کر دیا کہ آلِ دیوبند کا جواب "باطل وکالعدم" ہے۔ والحمد للہ

راقم الحروف نے مجموعہ رسائل اوکاڑوی، وغیرہ سے ثابت کیا کہ اوکاڑوی گستاخ رسول ہے۔ اوکاڑوی صاحب نے اس گستاخی کو بالواسطہ تسلیم کر کے ذمہ داری ناشر پر ڈال دی اور لکھا کہ "اب یہ

رسائل دوسرے ناشر کو دیئے جا رہے ہیں۔وہ اغلاط کی تصحیح کے بعد شائع کرے گا'' (الخیر۔جولائی ۲۰۰۰ء ص ۴۱)
حالانکہ یہ عبارت ''غیر مقلدین کی غیر مستند نماز'' نامی اوکاڑوی رسالہ میں بھی موجود ہے۔اوکاڑوی صاحب نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث منسوب کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لا جمعة إلا بخطبة''
(مجموعہ رسائل: ج۲ ص۱۶۹)

راقم الحروف نے جب اس حدیث کا مطالبہ کیا تو اوکاڑوی صاحب نے امام زہری سے منسوب قول: ''بلغني'' سنا دیا۔ (الخیر: ایضاً ص ۴۱)

معلوم ہوا کہ امام زہری رحمہ اللہ، آلِ دیوبند کے رسول اقدس ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون

تناقضات کے سلسلے میں آلِ دیوبند نے لکھا ہے کہ:

''کسی کو کہتے ہیں کہ جھوٹ بولتا ہے، بالفرض ایسا ہو تو میرا ذاتی گناہ ہوگا'' (ایضاً ص ۴۲)

اس ذاتی گناہ سے معلوم ہوا کہ مذہب اوکاڑوی باطل ہے کیونکہ مذہب کا بانی ہی یہ اعتراف خود کذب کا گنہ گار ہے تو اس مذہب کا کیا انجام ہوگا؟

تناقضات میں سے عطاء بن ابی رباح اور ام یحيٰ کے بارے میں یہ تحریف کی کہ یہ الزامی جوابات ہیں مگر ابن ابی لیلیٰ کے سلسلہ میں مکمل خاموشی برتی ہے۔یاد رہے کہ اوکاڑوی صاحب کی محولہ عبارات میں الزامی جواب کا نام ونشان تک نہیں ہے۔لاڑکانہ کے مناظرہ سے اوکاڑوی صاحب اور ڈاکٹر خالد محمود سومرو صاحب دم دبا کر بھاگ گئے تھے، اس کے برعکس آلِ دیوبند نے لکھا ہے کہ: ''یہ دستخط بھی نہ کر سکے اور بھاگ اٹھے'' (الخیر: ص ۴۳)

آلِ دیوبند نے میری بہت سی عبارات کا کوئی جواب نہیں دیا۔مثلاً

۱: ابن ابی لیلیٰ (ص 21 اوکاڑوی کا تعاقب)

۲: سیلانی بزرگ سید شمس الحق شاہ صاحب (ص 21)

۳: کشف (ص 21)

۴: ان محدثین کا ظلم سنو (ص 22)

۵: اوکاڑوی کا داماد (ص 22)

۶: سندھی اور بلوچ جو اہلِ حدیث ہوئے (ص 23,22)

۷: تقلید اور روافض (ص 23)

۸: داڑھی منڈا مولوی (ص 24)

۹: نور العینین (ص 23)

۱۰: علی محمد حقانی، دیوبندی (ص 25,24)

۱۱: درویش دیوبندی (ص 25) وغیرہ

کل مضمون کے (مسودے کے) پچاس صفحات ہیں اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اوکاڑوی، آلِ دیوبند کا جواب الجواب باطل اور کالعدم ہے، والحمدللہ

آلِ دیوبند نے اپنے رسائل و مضامین میں ''جامع مانع تعریف'' کا بار بار مطالبہ کیا ہے، عرض ہے کہ پہلے آپ اپنے مزعوم، امام ابوحنیفہ سے ''جامع مانع تعریف'' کی تعریف ثابت کر دیں، دیدہ باید!

امام ابن مھدی کے قول: ''معرفتِ حدیث الہام ہے'' کا مطلب: خالص پیشہ ورانہ تجربہ ہے جس کی بدولت ایک جوہری و صراف فی البدیہہ طور پر جواہر یا زیورات کے بارے میں اصلی یا جعلی ہونے کا فیصلہ کر دیتا ہے۔ اس سے دیوبندیوں، صوفیاء اور دیگر مبتدعین کا الہام و کشف مراد نہیں جس سے ''وہ غیب کی خبریں'' اور قصص مکذوبہ تراش لیتے ہیں قصص مکذوبہ کے لئے دیکھئے تجلیات صفدر (ج ۱ ص ۱۰، ۱۱، ۱۳) وغیرہ

آخر میں آلِ دیوبند کے تازہ مضمون کے چند اکاذیب و افتراءات پیشِ خدمت ہیں۔

۱: ''چنانچہ آپ ﷺ کی پیشین گوئی الآیات بعد المائتین کے مطابق تیرھویں صدی میں کچھ لوگ مادر پدر آزاد گئے'' (الخیر، جون ۲۰۰۰ء ص ۴۰)

۲: ''ان میں ایک شخص محمد جوناگڑھی نامی ہوا تو یہ اس کی طرف نسبت کر کے محمدی کہلانے لگے'' (ایضاً ص ۴۰)

۳: ''مارکر کے ساتھ ہر صفحہ پر چند سطریں لکھی ہیں'' (ایضاً ص 4)

۴: ''ایک بڑا گاؤں تھا'' (ایضاً ص41)

۵: انور شاہ، مفتی رشید احمد، ابن تیمیہ، عبدالحئ لکھنوی، وحید الزمان ...... وغیرہ کے اقوال کو بطورِ دلیل پیش کیا ہے۔(ص 44) رد کے لئے دیکھئے اوکاڑوی کا تعاقب: ص 44

۶: ''تمام فقہاء کرام کو کذاب، دجال...... لکھ کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے'' (ایضاً ص۴۴)

۷: ''لاڑکانہ سے بھاگا '' (ایضاً ص۴۸)

۸: ''پہلے تقلید کی بحث چھیڑی '' (ایضاً ص۴۸)

۹: صادق سیالکوٹی (جو آپ کے رسول ہیں) (الخیر: اگست ۲۰۰۰ء ص ۳۸)

۱۰: ''علامہ سیوطی خود ایک ہی امام، امام شافعی کے مقلد ہیں'' (ایضاً ص۴۱)

غرض اس قسم کے اکاذیب وافتراءات آلِ دیوبند کی تحریروں اور تقریروں میں بکثرت پائے جاتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ دیوبندی مذہب کے بانی محمد قاسم نانوتوی صاحب اعتراف کرتے ہیں کہ:

''میں سخت نادم ہوا اور مجھ سے بجز اس کے کچھ بن نہ پڑا کہ میں جھوٹ بولوں اور صریح جھوٹ میں نے اسی روز بولا تھا'' (ارواح ثلاثہ: ص ۳۹۰ حکایت نمبر:۳۹۱، معارف الاکابر: ص ۳۶۰)

نومولود دیوبندی مذہب کے دوسرے رکن رکین، رشید احمد گنگوہی صاحب علی الاعلان لکھتے ہیں:

''جھوٹا ہوں، کچھ نہیں ہوں'' (مکاتیبِ رشیدیہ: ص ۱۰، فضائل صدقات حصہ دوم ص ۵۵۶)

یاد رہے کہ گنگوہی صاحب نے خواب میں نانوتوی صاحب سے نکاح کر لیا تھا، جس طرح زن وشوہر ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے ہیں انہیں بھی ایک دوسرے سے فائدہ پہنچا۔ دیکھئے تذکرۃ الرشید (ج ۲ ص ۲۸۹) اس خواب کی عملی تعبیر کے لئے دیکھئے حکایات اولیاء (ص ۳۰۷، حکایت نمبر: ۳۰۵)

وما علینا إلا البلاغ

حافظ زبیر علی زئی حضرو ضلع اٹک

(۵/۹/۲۰۰۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اوکاڑوی کا تعاقب

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ، من يهده الله فلا مضل له ، ومن يضلل فلا هادي له ، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له ، وأن محمداً عبده ورسوله ، أما بعد : فإن خير الحديث كتاب الله وخير الهدي هدي محمد (صلى الله عليه وسلم) ، وشر الأمور محدثاتها ، وكل بدعة ضلالة .

برادرم محمد عمران صاحب حفظہ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا جس میں دیوبندی رسالہ ''الخیر'' میں ماسٹر محمد امین صفدر اوکاڑوی دیوبندی حیاتی کا مضمون ''نمازِ تراویح کا تحقیقی جائزہ'' بھی منسلک ہے، میں آج کل سنن نسائی پر مختصر تحقیقی حاشیہ لکھنے میں مصروف ہوں تاہم آپ کی درخواست پر حیاتی صاحب کے مضمون کا مختصر و جامع جواب پیش خدمت ہے۔

امین اوکاڑوی کا تعارف:

امین صفدر صاحب حیاتی دیوبندیوں کے مناظر اور ''مجموعہ رسائل'' کے مصنف کی حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں، راقم الحروف کے ایک دوست کا اُن سے کوہاٹ (صوبہ سرحد) میں مناظرہ ہوا تھا جس کے نتیجہ میں مناظرہ کرانے والا دیوبندی سلطان نامی: اہل حدیث ہو گیا تھا، والحمد للہ۔ سندھ والے مناظرہ کی تفصیل آگے آرہی ہے (ص 23،22) ان شاء اللہ، راقم الحروف نے اپنی شدید مصروفیات سے وقت نکال کر حیاتی صاحب کے ''مجموعہ رسائل'' اور ''تجلیات صفدر'' نامی کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔

گستاخِ رسول:

ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ: کتا سامنے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (مسلم: ۱/۱۹۷)

اس حدیث کا مذاق اڑاتے ہوئے اوکاڑوی حیاتی لکھتا ہے کہ:

''لیکن آپ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی، اور ساتھ گدھی بھی تھی، دونوں کی شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی'' (غیر مقلدین کی غیر مستند نماز: ص ۴۳، و مجموعہ رسائل: ج ۳ ص ۳۵۰، حوالہ نمبر: ۱۹۸)

رسول ﷺ کا نماز کی حالت میں، کتیا اور گدھی کی شرمگاہوں پر نظر ڈالنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے

بلکہ یہ آپؐ کی ذاتِ اقدس پر (اوکاڑوی کا) بہت بڑا افتراء ہے۔

جب ایک عام آدمی کا خیال اس طرف نہیں جاتا تو یہ کس طرح جرأت کی جاسکتی ہے کہ معاذ اللہ: خیر البشر، خاتم النبیین، رحمت اللعالمین محمد رسول اللہ ﷺ ان جانوروں کی شرمگاہوں پر نظر ڈالتے تھے یا آپ کی نظر پڑجاتی تھی۔ معاذ اللہ، استغفر اللہ، الالعنۃ اللہ علی الکاذبین

اوکاڑوی حیاتی کا کذب وافتراء:

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"رسولِ اقدس ﷺ نے فرمایا: "لا جمعة إلا بخطبة" خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا

(صلوۃ الرسول پر ایک نظر ص ۱۷ و مجموعہ رسائل ج ۲ ص ۱۶۹)

حالانکہ ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیثِ مرفوع کسی کتاب میں بھی نہیں ہے:

و المتهم به الأوكاروي وهو الذي وضعه اس حدیث کو گھڑنے میں اوکاڑوی متہم ہے۔

حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ نے سنن دارقطنی، مستدرک الحاکم اور السنن الکبری للبیہقی سے جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث "آمین بالجہر" کے بارہ میں نقل کی ہے۔

(اہل حدیث کے امتیازی مسائل: ص ۷۹، ورفع یدین اور آمین: ص ۲۱)

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ دارقطنی نے کہا ہے اسکی سند اچھی ہے، اسے حاکم نے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور بیہقی نے حسن کہا ہے۔ (ملخصاً)

مناظرِ دیوبندیت اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"حالانکہ نہ ان کتابوں میں یہ حدیث ہے، نہ ہی ان لوگوں نے اس کو صحیح کہا ہے"

(غیر مقلدین کی غیر مستند نماز: ص ۲۷، مجموعہ رسائل: ج ۳ ص ۳۳۵ ورذیل نمبر: ۱۰۰)

اس پر "مناظر" صاحب نے "غیر مقلدین کا عجیب فراڈ" عنوان باندھا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث ان تینوں کتابوں میں موجود ہے۔

۱: سنن الدارقطنی مع التعلیق المغنی: ج ۱ ص ۳۳۷، حدیث: ۷، **باب التامين في الصلوة بعد فاتحة الكتاب و الجهر بها**، مطبوعہ "دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور پاکستان"

سنن دارقطنی: ج ۱ص ۳۲۹ حدیث: ۱۲۵۹، مطبوعہ: عباس احمد الباز مکہ المکرمہ۔

اس حدیث کے بارے میں امام دارقطنی نے فرمایا: " هذا إسناد حسن " سنن دارقطنی کے محقق نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے۔

۲: المستدرک للحاکم: ج ۱ص ۲۲۳ وقال: " صحیح علی شرط الشیخین " الخ ووافقہ الذہبی
مطبوعہ: "دارالکتب العربی، بیروت لبنان"

۳: السنن الکبری للبیہقی: ج ۲ص ۵۸، ونقل عن الدارقطنی قال: " هذا إسناد حسن "
مطبوعہ: دارالمعرفۃ بیروت لبنان

یہ روایت صحیح ابن حبان میں بھی موجود ہے (موارد الظمآن: ۲/۱۷۶ ح ۴۶۲ والاحسان: ۵/۱۱۱،۱۱۲ ح ۱۸۰۶)
اس کتاب (موارد الظمآن) کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہے: " إسناد حسن " یہ روایت صحیح ابن خزیمہ (۱/۲۸۷ ح ۵۷۱) میں بھی موجود ہے، اسے ابن قیم نے بھی صحیح کہا ہے۔

(اعلام الموقعین: ج ۲ص ۳۹۷)

قارئین کرام!

اوکاڑوی صاحب سے پوچھیں کہ کیا ان کے پاس سرمہ نہیں ہے؟ انہیں چاہئے کہ آنکھوں میں سرمہ بھی ڈالیں اور ماہر امراضِ چشم کے پاس بھی جائیں تاکہ انہیں یہ حدیث نظر آسکے۔ چوری بھی کررہے ہیں اور اس پر سینہ زوری بھی کررہے ہیں۔

تنبیہ:

اس حدیث کے ایک راوی اسحاق بن ابراہیم الزبیدی پر جرح مردود ہے جس کی تفصیل راقم الحروف کی مطبوعہ کتاب "القول المتین فی الجهر بالتأمین " میں ہے۔ حافظ روپڑی رحمہ اللہ نے بھی مذکور کتاب "رفع یدین اور آمین" کے ص ۲۲ پر اس جرح کا جواب دیا ہے۔ مختصراً عرض ہے کہ ابوداود اور محمد بن عوف رحمہ اللہ سے جرح کا صدور ہی ثابت نہیں ہے ان سے جرح کا راوی ابوعبید محمد بن علی بن عثمان الآجری ہے جس کے حالات نامعلوم ہیں، سوالات آجری کے محقق کو بھی اس کے حالات نہیں ملے۔ (ص ۴۱) آجری کا شاگرد، محمد بن علی بن زحر المنقری، سوالات کا راوی ہے

(ص ۷۸)اس کے حالات بھی نامعلوم ہیں، مجہول کی نقل کردہ جرح کو جمہور محدثین کی توثیق کے مقابلے میں پیش کرنا اوکاڑوی جیسے لوگوں کا ہی کام ہے، امام نسائی رحمہ اللہ کی جرح کا بھی صحیح وثابت حوالہ مطلوب ہے، لہٰذا بعض لوگوں کا محمد بن عوف وغیرہ سے غیر ثابت جرح کی بنیاد پر امام حاکم وذہبی ودارقطنی وغیرہم پر تنقید کرنا عجیب ہے۔

(سامحه الله ،أي الشيخ ناصر الدين الألباني رحمه الله في الصحيحة : ج ١ ص ٧٥٤)

اوکاڑوی حیاتی کے تناقضات:

◆ ایک جعلی وموضوع مناظرے کا تذکرہ کرتے ہوئے اوکاڑوی صاحب نے کہا:

"میں نے کہا سرے سے یہ ہی ثابت نہیں کہ عطاء کی ملاقات دوسو صحابہ سے ہوئی ہو اور یہ تو بالکل ہی غلط ہے کہ ابن زبیرؓ کے وقت تک کسی ایک شہر میں دوسو صحابہ موجود ہوں"

(تحقیق مسئلہ آمین :ص ۴۴ و مجموعہ رسائل :ج ۱ص ۱۵۶، تاریخ اشاعت، اکتوبر ۱۹۹۱ء)

یہاں مسئلہ آمین بالجہر کا تھا لہٰذا عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کی زیارتِ صحابہ پر جرح کر دی،

جب اس کتاب میں فاتحہ فی الجنازہ کا مسئلہ آیا تو اوکاڑوی صاحب کا قلم لکھنے لگا کہ:

"مکہ مکرمہ بھی اسلام اور مسلمانوں کا مرکز ہے، حضرت عطاء بن ابی رباح یہاں کے مفتی ہیں، دوسو صحابہ کرام سے ملاقات کا شرف حاصل ہے"

(نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کی شرعی حیثیت :ص ۹ و مجموعہ رسائل :ج ۱ص ۲۶۵ طبع قدیم)

ایک جگہ ملاقات کا انکار کر رہے ہیں اور دوسری جگہ ملاقات کرا رہے ہیں سبحان اللہ!

وادیِ تناقض وتعارض میں مناظرِ دیوبندیت کا کتنا اونچا مقام ہے۔

◆ ایک روایت پر اوکاڑوی صاحب نے جرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"اور ام یحییٰ مجہولہ ہیں" (نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا :ص ۱۰، مجموعہ رسائل :ج ۱ص ۳۴۶)

جبکہ اسی ام یحییٰ کی روایت (دوسرے مقام پر) سے استدلال کرتے ہیں۔

(مرد اور عورت کی نماز میں فرق :ص ۳۵، و مجموعہ رسائل :ج ۱ص ۳۲۲ بحوالہ کنز العمال :ج ۷ص ۳۰۷)

ہمارے نسخہ میں یہ روایت کنز العمال : ج ۷ص ۴۳۱ ح : ۱۹۶۴۰ پر بحوالہ طبرانی موجود ہے، المعجم الکبیر

للطبرانی میں (ج۲۲ص۱۹، ۲۰) اور مجمع الزوائد (ج۲ص۱۰۳، ج۹ص۳۷۴) میں یہ روایت موجود ہے ان کتابوں میں "تجعل" کا لفظ ہے جسے اوکاڑوی ٹکسال میں "ترفع" بنادیا گیا ہے اور اس کا ترجمہ بھی "اٹھائے" لکھا ہے۔ اس روایت کی سند میں وہی ام یحییٰ راویہ ہیں۔

۳ اوکاڑوی صاحب نے اپنی مرضی کے خلاف ایک حدیث کی سند کے راوی محمد بن ابی لیلیٰ کو "ضعیف" لکھا ہے (صلوۃ الرسول پر ایک نظر ص۱۲ و مجموعہ رسائل: ج۲ص۱۶۴ نمبر۳۹)

یادرہے کہ کاتب کی غلطی سے "محمد بن ابی یعلی" چھپ گیا ہے حالانکہ ابن ماجہ میں ابن ابی لیلی ہی ہے۔

اس کے برخلاف (دوسرے مقام پر) اپنی مرضی کی (ایک) حدیث پیش کی ہے جس میں یہی ابن ابی لیلی ہے۔ (تحقیق مسئلہ رفع یدین: ص۶، ۷، و مجموعہ رسائل: ج۱ص۱۸۲، ۱۸۳)

اصل مقصد اپنے فرقہ دیوبندیت کی حمایت ہے اور بس!

اوکاڑوی صاحب کا عقیدہ:

وسیلہ، دنیاوی حیات النبی (ﷺ) وسماع موتی کے علاوہ اوکاڑوی صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ:

"ایک سیلانی بزرگ سید شمس الحق شاہ صاحب قدس سرہ جو فاضل دیوبند تھے تشریف لائے...... فرمایا: ولی محمد! (اوکاڑوی صاحب کے والد) گھبراؤ نہیں تم اللہ کے فضل وکرم سے سات بیٹوں کا منہ دھوؤ گے......

میرے بعد چھ بھائی پیدا ہوئے اور والد صاحب رحمہ اللہ نے واقعی سات بیٹوں کا منہ دھویا"

(تجلیات صفدر: ج۱ص۱۰)

"حضرت اقدس رحمہ اللہ نے بڑے پیار سے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا: ولی محمد! یہ لڑکا مولوی بنے گا مناظر بنے گا" (ایضاً ص۱۱)

آگے صفحہ۱۳ پر احمد علی لاہوری صاحب کے "کشف" کا ایک موضوع واقعہ لکھا ہے۔ (ایضاً ص۱۳)

اوکاڑوی صاحب اور اہلِ حدیث:

اوکاڑوی صاحب دن رات اہل الحدیث کو سب وشتم کوتے رہتے ہیں، ان کے "مستندرہنما" زاہد کوثری نے امام شافعی امام احمد وغیرہما ائمہ حدیث، بلکہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ پر شدید تنقید کررکھی ہے جس کی تفصیل تانیب، ترحیب، التنکیل اور اللمحات الی ما فی انوار الباری من الظلمات میں

موجود ہے۔ زکریا صاحب تبلیغی حیاتی دیوبندی، محدثین پر نیش زنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
"ان محدثین کا ظلم سنو" (تقریر بخاری: ج ۳ ص ۱۰۴ مطبوعہ مکتبۃ الشیخ کراچی)

میں جب اوکاڑہ گیا تو میں نے امین اوکاڑوی صاحب کے کلین شیو داماد (محمود صاحب) سے ملاقات کی، میرے ساتھ شیخ محمد حسین ظاہری صاحب، مولانا عبداللطیف تبسم صاحب، جناب عبدالجلیل صاحب، حافظ جمیل صاحب، جناب محمود صاحب اور جناب مبشر احمد ربانی صاحب تھے۔ یہ داماد مسلکاً اور خاندانی اہلِ حدیث ہے، وہاں اوکاڑوی صاحب کے نواسوں کو بھی دیکھا، داماد نے بتایا کہ میرے بیٹے دادا (اہلِ حدیث) کے مسلک (یعنی صحیح دینِ اسلام) پر ہیں، نانا اوکاڑوی کے مسلک پر نہیں ہیں۔ والحمدللہ
یاد رہے کہ یہ داماد پہلے بھی، باوجود اپنی خامیوں کے، مسلکاً اہل حدیث تھا اور اب بھی ہے۔

لاڑکانہ سندھ کا مناظرہ:

ایک دفعہ حاجی علی محمد سیال صاحب اور آل دیوبند کے درمیان مناظرہ طے ہوا، راقم الحروف اپنے ایک مناظر دوست کے ساتھ لاڑکانہ پہنچا، دیوبندیوں کے ساتھ شرائط مناظرہ طے کیں، ان کا ایک داڑھی منڈا "مولوی" اور باقی داڑھی والے مولوی تھے، فریقین کے شرائط پر دستخط ہوئے۔ اوکاڑوی صاحب کو دیوبندیوں نے بلوایا ہوا تھا، انہوں نے المسلمون علی شروطھم کی مخالفت کرتے ہوئے ان شرائط کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور ایسی خود ساختہ شرائط پیش کر دیں جن کا اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کوئی ثبوت نہیں ہے، مثلاً

o "حدیث وہ صحیح ہے جسے رسول اللہ ﷺ صحیح کہیں"

مقرر وقت پر راقم الحروف اپنے سندھی (مستوئی قبیلہ کے) اور بلوچ (جاگیرانی قبیلہ کے) ساتھیوں کے ساتھ دیوبندیوں کے مدرسہ میں علمی مذاکرہ کے لئے پہنچا۔ "جناب" اوکاڑوی صاحب، مناظرِ دیوبندیت اور ڈاکٹر خالد محمود سومرو دیوبندی صاحب اپنے مدرسہ "جامعہ اسلامیہ، اشاعت القرآن والحدیث" سے بھاگ چکے تھے، مناظرہ تو خیر نہ ہوا، ان بھاگے ہوئے حضرات کو ان کے اپنے مدرسہ میں لانا جوئے شیر بہانے کے مترادف تھا۔ تاہم بہت سے لوگ اہلِ حدیث ہو گئے تھے۔ مثلاً

۱: مختیار علی برڑو ولد نور الدین برڑو، تعلقہ قمبر گاؤں گھٹھڑ

۲: سکندر ولد قیصر خان جاگیرانی، گاؤں گل محمد جاگیرانی، تعلقہ تمر، ضلع لاڑکانہ، سندھ

۳: حاجی محمد عظیم جاگیرانی

۴: حاجی محمد مرید ولد قیصر خان جاگیرانی

۵: منیر احمد ولد حاجی محمد مرید بلوچ

یہ واقعہ ۱۹۹۵/۱۰/۲۲ کو ہوا اس کا تحریری ثبوت میرے پاس موجود ہے، اس دن کے بعد بھی وہاں بہت سے لوگ اہل حدیث ہوئے، والحمد للہ

☆ اس مناظرہ کا ذکر ماسٹر امین نے تجلیاتِ صفدر (ج ۱ ص ۱۰۳) میں ذکر کیا ہے مگر جھوٹ بولنے کے مقابلے میں اپنے رافضی بھائیوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

☆ دیوبندیوں کے نزدیک تقلید واجب ہے اسی طرح ان کے بھائیوں رافضیوں کے نزدیک بھی تقلید واجب ہے اس بنیادی عقیدہ میں دونوں متفق ہیں۔

تجلیاتِ صفدر:

آلِ دیوبند کے مفتری نے ''تجلیات صفدر'' میں ایک باب باندھا ہے:

''کھلا خط بنام چوہدری ابوطاہر محمد زبیر علیزئی'' (ج ۱ ص ۵۴۹)

حالانکہ میں پٹھان افغانی ہوں، پٹھانوں کے قبیلہ ''علی زئی'' کا ایک فرد ہوں۔ محمد زبیر بن مجدد خان بن دوست محمد بن جہانگیر خان بن امیر خان بن شہباز خان بن کرم خان بن گل محمد خان بن پیر محمد خان بن آزاد خان بن اللہ داد خان بن عمر خان بن خواجہ محمد خان بن جوہا بن اخگر بن بنگش بن پیر داد خان قوم افغان علی زئی، پیر داد خان، افغانستان کے ضلع غزنی علاقہ ''غوژہ مرغئی'' سے علاقہ ''چھچھ'' حضرو آیا تھا، ہمارا گاؤں ''پیرداد'' اسی کے نام پر آباد ہے، یہاں ہمارا قبیلہ بڑی تعداد میں موجود ہے، رہا ''گوجر'' اور ''چوہدری'' ہونا تو یہ وضاع، آل دیوبند کا صریح افتراء ہے۔

راقم الحروف نے ایک کتاب ''نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین'' لکھی ہے جو دس سال پہلے چھپی تھی اور اب اس کی دوبارہ اشاعت کا پروگرام ہے (دوبارہ وسہ بارہ چھپ چکی ہے والحمد للہ)

اس کتاب کا جواب آج تک - میرے علم کے مطابق - کہیں بھی نہیں چھپا، بے شمار لوگ یہ کتاب پڑھ کر

اہلِ حدیث ہوئے ہیں، والحمدللہ

داڑھی منڈا دیوبندی مولوی:

لاڑکانہ میں ایک داڑھی منڈے دیوبندی مولوی نے شرائط والے دن مجھے بتایا تھا کہ وہ میری کتاب کا جواب لکھ رہا ہے اب یہ پتہ نہیں کہ یہ جواب میری زندگی میں ہی مجھ تک پہنچ جائے گا یا میرے مرنے کے بعد ظہور پذیر ہوگا۔

اوکاڑوی صاحب کو چاہئے کہ اپنے اس داڑھی منڈے شاگرد کو داڑھی کے بارے میں دیوبندی فقہ کا مفتی بہ قول سنائیں۔

نورالعینین:

تقریباً چار صفحات کے اس اوکاڑوی خط میں نورالعینین کا ایک حوالہ بھی غلط ثابت نہیں کیا جا سکا، اوکاڑوی صاحب نے خودساختہ شرائط والے مطالبہ کے ساتھ، منطقِ یونان کے "قضیہ شخصیہ" "قضیہ مہملہ" "جزئیہ یقینی" اور "تکرار مشکوک المراد" کی بحث چھیڑ دی، جس کا رفع یدین کے موضوع کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ راقم الحروف کے ایک شاگرد جناب رحمت الٰہی محمدی نے اس خط کا جواب انہی دنوں میں بھیج دیا تھا، جس کا جواب الجواب ابھی تک نہیں آیا۔

علی محمد حقانی:

لاڑکانہ والے مناظرہ کے دوران بعض سندھی بھائیوں نے مجھے علی محمد حقانی (دیوبندی) کی کتاب "نبوی نماز" مدلل سندھی یا گو پھریوں" دی جسے ڈاکٹر خالد محمود سومرو دیوبندی نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب کے ص ۱۶۹ پر لکھا ہوا ہے کہ:

> **"زيلعي فرمائيندو آهي تہ هن جي سند ۾ يزيد بن ابي زياد آهي ۽ اهو ضعيف آهي.**
> **حافظ ابن حجر تقريب ۾ فرمائيندو آهي تہ ضعيف آهي ڪراڙپ"**

یہاں مسئلہ مسح علی الجوربین تھا، لہذا یزید بن ابی زیاد ضعیف بھی ہے، مختلط اور شیعہ بھی، لیکن جب مسئلہ رفع

الیدین آیا تو حقانی صاحب نے لکھا:

"جواب: يزيد بن ابي زياد كوفي، تي توڙي جو بعض محدثين كلام كيو آهي مگر اهو ثقہ آهي امام مسلم فرمائيندو آهي تہ هو سچو آهي ۽ ان كان روايت بہ كري سگهجي ٿي (مقدمہ"

(نبوی نماز مدلل سندھی یا گوپھریوں ص ۳۵۵)

یعنی اب یزید بن ابی زیاد ثقہ بھی ہے اور سچا بھی اور امام مسلم نے اس سے روایت کی ہے۔

یہ ہے ان لوگوں کا انصاف! ایک ہی راوی اگر اپنی مرضی کی حدیث میں ہے تو ثقہ ہے اور اگر مرضی کے خلاف روایت میں ہے تو وہی ضعیف وشیعہ وغیرہ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ابو یوسف محمد ولی درویش، دیوبندی:

راقم الحروف کے ایک دوست اور عقیدت مند ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ ہیں، ابو یوسف محمد ولی درویش دیوبندی "استاذ جامعہ العلوم الاسلامیہ، یوسف بنوری ٹاؤن کراچی" نے ان کے رد میں ایک کتابچہ "کیا نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے؟" لکھا ہے، اس میں درویش صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ صحابی کا قول: "من السنۃ" مرفوع کے حکم میں نہیں ہے۔ (دیکھئے ساری کتاب: ص۲ وغیرہ) اسی درویش کی ایک دوسری کتاب ہے "دپیغمبر خدا ﷺ مونځ"

تنبیہ: ځ کو عام پشتو میں ز-یا-ج کے مشابہ پڑھا جاتا ہے۔

اسی کتاب میں، ہاتھ باندھنے کے مسئلہ میں صحابی کے قول "من السنۃ" سے مراد سنت رسول اللہ ﷺ لیتے ہیں:

" او دسنتونہ مراد د نبی ﷺ سنت دی"

"وهذا ينصرف إلى سنة النبي ﷺ" (ایضاً ص ۱۸۵)

درویش اور صحابہ:

درویش صاحب نے جناب بسرہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی کرتے ہوئے، ربیعہ الرائے سے منسوب ایک غیر ثابت قول کی بنیاد پر لکھا ہے کہ:

"عمل کوی۔ قسم پہ خدائی کہ بسرۃ رض دے پنہوو پہ بارۃ کبنی
گواہی ورکری۔ نوخہ بہ ئے گواہی قبولہ نہ کہم۔"

یعنی اللہ کی قسم ہے کہ میں بسرہ رضی اللہ عنہا کی گواہی ان (معمولی) جوتوں پر بھی قبول نہیں کروں گا۔ (وپیغمبر خدا ﷺ موئخ)۔ یہ ہے دیوبندیوں کی صحابہ سے محبت! غالباً اسی عقیدہ کی بنیاد پر غیر اہلِ حدیث "حضرات" لکھتے ہیں: کہ

"ولو قذف سائر نسوة النبي ﷺ لا يكفر ويستحق اللعنة"

اور اگر کوئی شخص نبی ﷺ کی ساری بیویوں (سوائے عائشہ رضی اللہ عنہا کے) پر زنا کی تہمت لگائے تو اسے کافر نہیں کہا جائے گا اور وہ شخص لعنت کا مستحق ہوگا۔ (فتاوی عالمگیری: عربی ج ۲ ص ۲۶۴ مطبوعہ: "بلوچستان بکڈپو، مسجد روڈ کوئٹہ" ومجموعہ رسائل ابن عابدین: ص ۳۵۹) ألا لعنة الله على الظالمين

تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ:

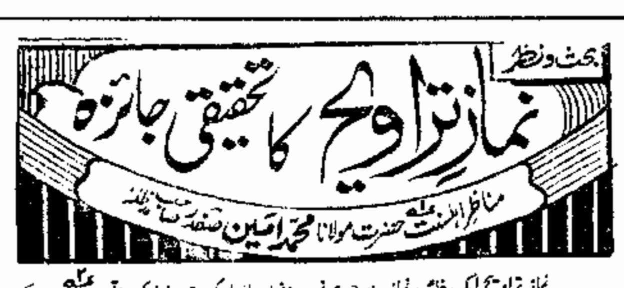
راقم الحروف کے بعض مضامین کا مجموعہ "تعداد رکعاتِ قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ" کے نام سے شائع ہو چکا ہے، لاہور کے اہلِ حدیث کتب خانوں سے اسے طلب بھی کیا جاسکتا ہے، اوکاڑوی صاحب کو چاہئے تھا کہ جس طرح خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی نے عبدالسمیع رامپوری کی کتاب "انوار ساطعہ" کو اوپر لکھ کر نیچے "براہین قاطعہ" کے نام سے اس کا جواب لکھا تھا۔ میری اس کتاب کو متن میں درج کر کے نیچے حاشیہ پر اس کا مکمل جواب لکھتے تا کہ عام لوگوں کے سامنے دونوں موقف واضح ہو جاتے خیر ان لوگوں کی یہ ہمت نہیں کہ وہ ایسا کر سکیں، والحمدللہ

راقم الحروف اس مضمون میں اوکاڑوی صاحب کے مضمون کا مکمل جواب لکھ رہا ہے، پہلے اوکاڑوی مضمون کا عکس (Scanning) ہوگا، جس پر راقم الحروف کے نمبرز (نمبر کے ساتھ) ہوں گے اور پھر ان کا جواب ہوگا۔

وما علینا إلا البلاغ

حافظ زبیر علی زئی

①



نماز تراویح ایک خاص نماز ہے جو صرف رمضان المبارک میں ادا کی جاتی ہے[2] اس کے بارہ میں دو تین مفصل مضامین پہلے ماہنامہ "الخیر" میں چھپ چکے ہیں[3] اس موضوع پر استاذ العلماء، سلطان المشائخ، جامع بین الشریعت والطریقت حضرت[4] اقدس مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ "خیر المصابیح" اور دیگر مضامین "آثار خیر" میں چھپ چکے ہیں۔ تاہم رمضان المبارک کی مناسبت سے ایک مختصر تحریر یہ بھی ہے۔

جواب:

1. پرائمری ماسٹر محمد امین اوکاڑوی صاحب حیاتی دیوبندیوں کے مناظر ہیں، دیوبندیوں کا اہلِ سنت ہونا ثابت نہیں ہے، بلکہ امام سیوطی کے بقول یہ لوگ اہلِ سنت سے خارج ہیں، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ ص28
2. تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے جس کا اعتراف مشہور غالی دیوبندی انور شاہ کاشمیری نے بھی کیا ہے، دیکھئے (فیض الباری: ج۲ص۴۲۰، العرف الشذی: ج۱ص۱۶۶)
3. راقم الحروف نے یہ مضامین نہیں دیکھے۔
4. اس قسم کے خود ساختہ القاب کی بنیاد پر تقلید پرست اپنے احبار ورھبان کے بارے میں انتہائی مبالغہ کرتے ہیں، خیر محمد جالندھری ایک غالی مقلد دیوبندی، شیخ التقلید اور شیخ الدیوبندیین تھا اور بس! یہ سچ ہے کہ پیر نہیں اڑتے مگر مرید انہیں اڑاتے ہیں۔

دیوبندی حضرات اہلِ سنت نہیں ہیں:

۱: دیوبندیوں کا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ امت مسلمہ پر مسائل اجتہادیہ میں، ائمہ اربعہ (مالک، شافعی، احمد، ابوحنیفہ) میں سے صرف ایک امام کی تقلید شخصی واجب ہے۔

مفتی رشید احمد لدھیانوی دیوبندی فرماتے ہیں:

''ورنہ مقلد کے لئے صرف قولِ امام ہی حجت ہوتا ہے'' (ارشاد القاری الی صحیح البخاری: ج۱ص ۲۸۸)

نیز فرماتے ہیں:

''اس لئے کہ ہم امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں اور مقلد کے لئے قولِ امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلۂ اربعہ کہ ان سے استدلال وظیفۂ مجتہد ہے'' (ارشاد القاری: ج۱ص۴۱۲)

یعنی ان کے نزدیک چار دلیلیں حجت نہیں ہیں:

۱: قرآن ۲: حدیث

۳: اجماع ۴: اجتہاد

ان کے نزدیک صرف قولِ امام ہی حجت ہے، اس دعویٰ کی تفصیل آگے آرہی ہے، تاہم صحیح یہ ہے کہ دیوبندیوں کے نزدیک آلِ دیوبند کا قول ہی حجت ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا نام وہ دھوکا دینے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

دیوبندیوں کے اس عقیدہ کہ: ''امام ابوحنیفہ کی تقلید واجب ہے'' کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" وأما أن يقول قائل : إنه يجب على العامة تقليد فلان أو فلان فهذا لا يقوله مسلم "

اور اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ عوام پر فلاں یا فلاں کی تقلید واجب ہے تو یہ بات کوئی مسلم نہیں کہتا۔

(مجموع فتاویٰ: ج ۲۲ص ۲۴۹)

آلِ دیوبند کے معتمد علیہ امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" والذي يجب أن يقال كل من انتسب إلى إمام ، غير رسول الله ﷺ يوالي على ذلك ويعادي عليه ، فهو مبتدع خارج عن السنة والجماعة سواءً كان في الأصول أو الفروع "

اور واجب یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ ہر آدمی جو کسی امام کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے، بشرطیکہ وہ امام رسول اللہ ﷺ نہ ہوں، اور وہ اسی پر دوستی بھی رکھے اور اسی پر دشمنی بھی کرے تو وہ بدعتی ہے اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔

(الکنز المدفون والفلک المشحون :ص۱۴۹) مطبوعہ: مکتبۃ احیاء العلوم العربیۃ فیصل آباد (پاکستان)

سیوطی کے اس فتوی سے معلوم ہوا کہ دیوبندی ''حضرات'' اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں لہذا اوکاڑوی صاحب کا بریلویوں کی تقلید میں اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت قرار دینا صحیح نہیں ہے

امام ابوحنیفہ کے باغی:

یادرہے کہ دیوبندی حنفی بھی نہیں ہیں۔ بلکہ امام ابوحنیفہ کے سراسر باغی ہیں، چند دلائل درج ذیل ہیں:

1. امام ابوحنیفہ نے تقلید (شخصی ہو یا غیر شخصی) سے منع کیا ہے۔

(فتاوی ابن تیمیہ: ۲۰/۲۱۰، ۲۱۱، مقدمہ عمدۃ الرعایۃ :ص۹ لمحات النظر فی سیرۃ الامام زفر للکوثری :ص۲۱)

اس فتوی کے سراسر برخلاف دیوبندی حضرات یہ راگ الاپتے ہیں کہ ائمہ اربعہ میں سے صرف ایک امام کی تقلید شخصی واجب ہے۔

2. امام ابوحنیفہ قرآن مجید کی تخصیص: خبر واحد کے ساتھ جائز سمجھتے تھے۔

(الاحکام للآمدی: ج۲ص ۳۴۷، غیث الغمام للکھنوی :ص۲۷۷)

اس کے مقابلے میں معتزلہ کے پیروکار آل دیوبند کہتے ہیں کہ خبر واحد کے ساتھ قرآن کی تخصیص جائز نہیں ہے۔

3. امام ابوحنیفہ غیر مقلد تھے۔

(حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار: ج۱ص ۵۱، مجالس حکیم الامت :ص۳۴۵، از مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی)

اس کے مقابلے میں اوکاڑوی صاحب وغیرہ یہ کہتے ہیں کہ غیر مقلد گمراہ ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

4. امام ابوحنیفہ سے یہ قطعاً ثابت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ یا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وغیرہما مشکل کشا تھے۔ اس کے مقابلے میں دیوبندی کہتے ہیں کہ ''علی مشکل کشا'' ہیں۔ (دیکھئے کلیات امدادیہ :ص ۱۰۳، تعلیم الدین :ص۱۷۱) اول الذکر کتاب امداد اللہ ''مفرور مکی'' کی لکھی ہوئی ہے، اور ثانی الذکر کتاب اشرف علی تھانوی کی لکھی ہوئی ہے۔

دیوبندی حضرات رسول اللہ ﷺ کو مشکل کشا کہتے ہیں، دیکھئے (کلیات امدادیہ :ص ۹۱) خواجہ محمد عثمان دیوبندیوں کے ''مشکل کشا'' اور ''پیر دستگیر'' ہیں، دیکھئے (عبدالحمید سواتی کی کتاب فیوضات حسینی :ص۶۸)

دیوبندیوں کے نزدیک نبی ﷺ، عاجزوں کی دستگیری اور بے کسوں کی مدد فرماتے ہیں، دیکھئے (فضائل درود: ص ۱۲۱ و تبلیغی نصاب: ص ۸۰۶) مزید تفصیل کے لئے دیکھئے میرا مضمون "دیوبندی حضرات حنفی نہیں ہیں۔ دھرم کوٹی کا جواب" ص ۱ تا ۷

امام ابوحنیفہ کے اور بھی بہت سے مسائل ہیں جن کے آل دیوبند سراسر مخالف ہیں، مثلاً

۱: مسح علی الجوربین ۲: صبح کی دو سنتیں

۳: جنازہ میں قیام ۴: صفات باری تعالیٰ پر ایمان

۵: امامت کی تنخواہ، وغیرہ

جن کی تفصیل ان شاء اللہ علیحدہ مضمون میں لکھوں گا۔

(دیکھئے میری کتاب "نصر المعبود فی الرد علی سلطان محمود")

"مسند الامام الاعظم" میں ایک حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا (ص ۲۳ کتاب الطہارت حدیث نمبر: ۴) دیوبندی حضرات اس حدیث کا مذاق اڑاتے ہیں، مقصد صرف امام ابوحنیفہ اور اہل الحدیث پر طعن کرنا ہوتا ہے اور بس!

(2) تراویح : (۱) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی اربع رکعات فی اللیل ثم یتروح فاطال حتی رحمتہ فقلت بابی انت و امی یا رسول اللہ قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا اکون عبدا شکورا (بیہقی ص ۴۹۷ ج ۲) "حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز میں چار رکعت کے بعد ترویحہ (آرام) فرماتے۔ پس نماز کو لمبا کرتے۔ یہاں تک کہ مجھے رحم آتا۔ تو میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی سب لغزشوں کو معاف فرما دیا۔ فرمایا تو کیا میں شکرگزار بندہ نہ ہوں۔" عــہ

(۲) عن زید بن وھب قال کان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یروحنا فی رمضان یعنی بین الترویحتین قدر ما یذھب الرجل من المسجد الی سلع (بیہقی ۴۹۷ ج ۲) "حضرت زید بن وہب سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دو ترویحوں کے درمیان اتنا وقفہ کرتے تھے کہ آدمی مسجد نبوی سے سلع پہاڑی تک جا سکے۔" عــہ ۲

امام بیہقی سیدہ عائشہؓ کی حدیث پاک کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگر صحیح عــہ ۳ ہے تو نماز تراویح میں امام کی ترویحہ کرنے کی دلیل ہے۔ اور دوسری روایت کے بعد امام بیہقی فرماتے ہیں کہ شاید حضرت عمر کے وقفہ کرانے کا یہ مطلب ہو کہ آپ کا مقرر کردہ امام تراویح یہ وقفہ کراتا تھا۔

(۴۷۵)

جواب:

۱ امام بیہقی نے اس روایت کے بعد فرمایا تھا: " تفرد به المغيرة بن زياد وليس بالقوى "
یعنی اس روایت کے ساتھ مغیرہ بن زیاد اکیلا ہے اور وہ قوی نہیں ہے۔
اس جرح کو اوکاڑوی صاحب نے چھپا لیا ہے، اس روایت کے دوسرے تمام راویوں کی توثیق بھی مطلوب ہے مثلاً الروذباری، المحمد آبازی وغیرہما۔ (میری تحقیق میں یہ دونوں صدوق کے درجہ پر ہیں)

۲ اس روایت کی سند میں ابوبکر بن عیاش راوی ہے جس کی تمام روایات صحیح بخاری میں متابعۃً ہیں، اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔
محمد احتشام الدین مرادآبادی اپنی کتاب ''نصیحۃ الشیعۃ'' میں لکھتے ہیں کہ:
''ابوبکر بن عیاش کا حال یہ ہے کہ آخر میں اس کا حافظہ ایسا خراب ہو گیا تھا اور وہم ایسا غالب آ گیا تھا کہ کچھ کا کچھ اس کو یاد آ جاتا تھا'' (ج۳ص۵۵۱)
دوست محمد قریشی نقشبندی صاحب فرماتے ہیں کہ:
''ابوبکر بن عیاش، محدثین کے نزدیک اتنا قابل حجت نہیں ہے'' الخ (اہلسنت پاکٹ بک: ص۴۰)
لعل شاہ بخاری دیوبندی، غلام خانی صاحب لکھتے ہیں کہ:
''ابوبکر بن عیاش راوی ضعیف ہے'' (حضرت معاویہؓ و استخلاف یزید: ص۳۶۲)

۳ امام بیہقی رحمہ اللہ کا یہ کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

(3) یہاں امام بیہقی سنی سوچ کا معیار بتا رہے ہیں کہ نماز تراویح میں امام اگر کوئی وقفہ بھی کرتا تو وہ بھی امر فاروقی ہی ہوتا تھا۔ اگرچہ صراحتًا امر کا صیغہ مذکور نہیں ہے۔ یہ سوچ تو تابعی جلیل حضرت زید بن وہب کی ہے جو مخضرم ہیں۔ یعنی آپ نے خود رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک زمانہ بھی پایا۔ اب پندرھویں صدی کے غیر مقلد دوست (جاہلہ) کی سوچ بھی ملاحظہ ہو۔ زبیر علی زئی نامی غیر مقلد کا بیان ہے کہ دور فاروقی میں مسجد نبوی میں جو نماز تراویح پڑھی جاتی رہیں اور باجماع امت (بمسلکہ) جس پر استقرار ہوا "وہ نہ تو خلیفہ کا حکم تھا نہ خلیفہ کا عمل' نہ خلیفہ کے سامنے لوگوں کا عمل (تعداد قیام رمضان ص۲۳) یہ سوچ (کجے) کہ دور فاروقی میں صحابہ و تابعین مسجد نبوی میں نبی پاک کی سنت اور امر فاروقی کے خلاف کیا کچھ کرتے رہتے تھے اس کا حضرت عمرؓ کو قطعاً کوئی علم نہ

تھا۔ بقول زبیر صاحب "گیارہ رکعت سنت رسول اللہ' سنت خلفاء راشدین اور سنت صحابہ ہے (ص۲۳) مگر دورِ فاروقی میں ہی استقرار بیس رکعت پر ہوا۔ اور بقول شیخ عطیہ سالم اس دن سے آج تک مسجد نبوی میں بیس تراویح پر ہی عمل ہے۔ ۱۴ھ سے لے کر آج ۱۴۲۰ھ تک کسی ایک سال کے ایک رمضان میں کسی ایک رات بھی صرف آٹھ تراویح وہاں نہیں پڑھی گئیں۔" جس طرح مسجد نبوی میں ہر سال رمضان میں بیس رکعت تراویح تواتر کے ساتھ ثابت ہیں اور شیخ عطیہ سالم وزیر مملکت سعودیہ نے اپنے رسالہ میں صدی وار اس کو ثابت کیا ہے۔ اسی طرح ۱۴ھ سے ۱۴۲۰ھ تک کے طویل عرصہ میں صرف ایک رات کے بارہ میں اسی قسم کے تواتر سے ثابت کردے کہ فلاں رات صرف آٹھ رکعت تراویح کے بعد مسجد نبوی خالی ہوگئی تھی۔ اور جس طرح اس دور میں بیس رکعت پر استقرار کا ذکر تمام مذاہب نے بالاجماع ذکر کیا ہے' ہر صدی میں ہر مذہب والے نے ہر علاقے میں اس کا ذکر کیا ہے اسی طرح ہر صدی میں ہر مذہب والے نے ہر علاقہ میں لکھا ہو کہ فلاں ایک رات میں سب لوگ آٹھ رکعت پڑھ کر بھاگ گئے تھے اور مسجد نبوی خالی ہوگئی تھی۔ اس تواتر سے ایک مستند حوالہ اگر کوئی پیش کردے تو ہم اس کی علمی حیثیت کا اعتراف بھی کریں گے اور مبلغ ایک لاکھ روپیہ انعام بھی دیں گے۔ اسی طرح ایک مستند حوالہ دکھادیں کہ ۱۴ھ سے لے کر ۱۴۲۰ھ تک مسجد نبوی میں بیس رکعت کی بدعت پر عمل ہو رہا ہے اور اس دن سے کسی صدی میں کسی عالم نے اس بدعت کے خلاف آواز نہیں اٹھائی۔ البتہ اس کو بدعت ضلالہ کہتے رہے۔ تو ایسے مستند حوالہ پر بھی علمی اعتراف کے ساتھ مبلغ ایک لاکھ روپیہ کا انعام دیا جائے گا۔

جواب:

1. مقلد اور غیر مقلد کے بارے میں کچھ بحث گزر چکی ہے (28,27) اوکاڑوی صاحب کے ممدوح عینی صاحب فرماتے ہیں کہ: **" فالمقلد ذهل والمقلد جهل وآفة كل شيء من التقليد "** پس مقلد غلطی کرتا ہے، اور مقلد جہالت کا مرتکب ہوتا ہے اور ہر چیز کی آفت تقلید کی وجہ سے ہے۔
(البنایہ فی شرح الھدایہ :ج ا ص ۳۱۷)

آلِ تصوف کے ممدوح سلطان باہو صاحب کیا خوب فرماتے ہیں:
"کلید سراسر جمعیت ہے اور تقلید بے جمعیتی اور پریشانی بلکہ اہلِ تقلید، جاہل اور حیوان سے بھی بدتر ہوتے ہیں" (توفیق الہدایت: ص۲۰ مطبوعہ: پروگریسو بکس ۔۴۰ بی اردو بازار لاہور)

سلطان باہو مزید فرماتے ہیں کہ: "اہل تقلید صاحب دنیا، اہلِ شکایت اور مشرک ہوتے ہیں"
(توفیق الہدایت ص:۱۶۷)

2. لایئے وہ حدیث جس میں یہ لکھا ہے کہ دورِ فاروقی میں لوگ مسجد نبوی میں بیس رکعات سنتِ مؤکدہ سمجھ کر پڑھتے تھے، ہم آپ کو دس پیسے انعام دیں گے۔

۳ نہ تو مسجد میں بیس رکعات، سنتِ مؤکدہ سمجھ کر پڑھنے کا کوئی ثبوت ہے اور نہ اس پر کوئی اجماع ہے۔ قیامِ رمضان یعنی تراویح کے عدد میں لوگوں کا بہت اختلاف ہے۔

(۱)	بعض	۴۱	کہتے ہیں۔
(۲)	//	۴۷	//
(۳)	//	۳۸	//
(۴)	//	۳۹	//
(۵)	//	۳۶	//
(۶)	//	۳۴	//
(۷)	//	۲۸	//
(۸)	//	۲۴	//
(۹)	//	۲۰	//
(۱۰)	//	۱۶	//
(۱۱)	//	۱۳	//
(۱۲)	//	۱۱	//

یہ سارا اختلاف " **العدد المستحب** " کے بارے میں ہے۔ (دیکھئے عینی کی عمدۃ القاری: ۱۱/۱۲۶، ۱۲۷)

اتنے بڑے اختلاف کے باوجود حیاتی صاحب یہ راگ الاپ رہے ہیں کہ اس پر اجماع ہے......!!

۴ اوکاڑوی سوچ تب صحیح ہو سکتی ہے جب وہ ثابت کر دیں کہ عہدِ عمر رضی اللہ عنہ میں لوگ مسجدِ نبوی میں بیس رکعات، سنتِ موکدہ سمجھ کر پڑھتے تھے، اذلیس فلیس

قارئین کرام:

آلِ دیوبند وغیرہم کا یہ موقف ہے کہ "بیس سنتِ مؤکدہ ہے اس سے کم کا پڑھنے والا سنت مؤکدہ کا تارک ہوگا۔" (امداد الفتاوی: ۱/۳۲۸، نیز دیکھئے فتاوی "دار العلوم" دیوبند: ۴/۲۵۵، ۲۹۶)

بتائیں کہ۔ ۱۶، ۱۳، یا ۱۱ پڑھنے والے مثلاً ابو بکر بن العربی رحمہ اللہ، امام مالک، وغیرہما تارکین سنت مؤکدہ ہیں یا نہیں؟

باقی تفصیل تو تعداد رکعاتِ قیامِ رمضان میں پڑھ لیں، فی الحال دو مزید حوالے پیش خدمت ہیں۔

[۱] " وقال أشهب بن عبدالعزيز عن مالك : الذي آخذ به لنفسي في قيام رمضان هو الذي جمع به عمر بن الخطاب الناس إحدى عشرة ركعة وهي صلاة رسول الله ﷺ ولا أدري من أحدث هذا الركوع الكثير ، ذكره ابن مغيث "

اشهب بن عبدالعزیز (شاگرد امام مالک) نے کہا: امام مالک نے کہا: میں اپنے لئے قیام رمضان یعنی تراویح کا عدد ارکعات لیتا ہوں، جس پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا تھا، اور یہی رسول اللہ ﷺ کی نماز ہے، مجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ بہت سی رکعتیں کس نے ایجاد کردی ہیں اسے ابن مغیث (مالکی) نے ذکر کیا ہے۔ (کتاب التہجد: ص ۱۷۶، نمبر: ۸۹۰، مطبوعہ: بیروت: ص ۲۸۶، مطبوعہ مصر، مصنف: عبدالحق اشبیلی (متوفی ۵۸۱ھ)

اشهب بن عبدالعزیز، ثقہ فقیہ تھے، ۲۰۴ھ میں فوت ہوئے (تقریب وغیرہ) پیدائش ۱۴۰ھ ہے۔

الامام الفقیہ المحدث، شیخ الاندلس ابوالولید یونس بن عبداللہ بن محمد بن مغیث القرطبی ۳۳۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۲۹ھ میں فوت ہوئے، آپ کتاب "المتهجدین" کے مصنف ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء: ج ۱۷ ص ۵۷۰)

ظن غالب یہی ہے کہ یہ قول انکی کتاب "المتهجدین" میں مذکور ہوگا، واللہ اعلم

عینی صاحب بھی فرماتے ہیں کہ:

" وهو اختيار مالك لنفسه " (عمدۃ القاری: ج ۱۱ ص ۱۲۷)

[۲] امام ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی (متوفی ۶۵۶ھ) نے کہا:

" ثم اختلف في المختار من عدد القيام ...... وقال كثير من أهل العلم : إحدى عشرة ركعة ، اخذاً بحديث عائشة المتقدم "

پھر (یہ کہ) قیام کے عدد مختار میں اختلاف ہے اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ: گیارہ رکعات، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جو گزر چکی ہے، سے استدلال کیا ہے۔

(المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم: ج ۲ ص ۳۸۹، ۳۹۰)

معلوم ہوا کہ ساتویں صدی ہجری میں جبکہ مدرسہ دیوبند و آلِ دیوبند کا دنیا میں نام ونشان تک نہ تھا، جمہور علماء ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے آٹھ رکعات تراویح ثابت کرتے تھے۔

۵ دعویٰ بلا دلیل ہے۔

۶ اوکاڑوی صاحب یہ تو بتائیں کہ یہ عطیہ سالم کیا چیز ہے؟

کیا یہ امام ابوحنیفہ کا لقب ہے، جس کے مقلد ہونے کے آپ دعویدار ہیں؟ آپ عطیہ سالم کے کب سے مقلد ہوئے ہیں؟

عطیہ نے جو دلائل پیش کئے ہیں وہ دلائل پیش کریں، خالی نام کا رعب جمانے کی ضرورت نہیں ہے۔

۷ نبی کریم ﷺ کے دور سے لے کر آج تک ہر دور میں مسجد نبوی میں بیس رکعات بطورِ سنت موکدہ سمجھ کر پڑھنے کا ثبوت پیش کریں، میں نے ایک مشہور سعودی شیخ عبداللہ المعتاز سے ریاض میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ سنت آٹھ ہی ہیں اور ہم حرمین میں بیس رکعات بطور سیاست پڑھتے ہیں، میرے ساتھ قاری اقبال عابد سمندری فیصل آباد اور حافظ عبدالمتین، منڈی وار برٹن ضلع شیخوپورہ وغیرہما بھی موجود تھے۔

آپ یہ بتائیں کہ حرمین کا عمل کون سی شرعی دلیل ہے؟ اگر دلیل ہے تو ائمہ حرم رفع الیدین بھی کرتے اور جہری آمین بھی کہتے ہیں۔

۸ دعویٰ بلا دلیل ہے۔

۹ ہم آپ کو دس پیسے انعام دیں گے اگر آپ امام ابوحنیفہ سے باسند صحیح ثابت کر دیں کہ صرف بیس رکعات تراویح سنت موکدہ ہے، نہ کم نہ زیادہ!

۱۰ اگر کوئی شخص بطور نفل بیس یا چالیس وغیرہ پڑھتا ہے تو کوئی شخص بھی اسے بدعت نہیں کہہ سکتا۔ اگر وہ انہیں سنت موکدہ کہہ یا سمجھ کر پڑھتا ہے تو ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ سنت سے ثابت تو کرو!

یہ تو بتائیے کہ امام مالک نے " أحدث " وغیرہ الخ کے جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں ان کا کیا مطلب ہے؟

امام مالک پر آپ کا کیا فتویٰ ہے جو ان بہت سی رکعتوں کو بدعت کہہ رہے ہیں؟

(4)

الخیر ۲۹ نماز تراویح

معنیٰ تراویح : مذکورہ دونوں احادیث سے نماز تراویح کے نام کی اصل زمانہ نبوی اور زمانہ فاروقی میں ثابت ہوئی۔ پوری امت نے اس نام کو قبول کیا اور عجیب بات ہے کہ غیر مقلدین نے بھی قبول کرلیا۔ یہاں تک کہ زبیر علی نے بھی اپنے رسالہ کا نام نورالمصابیح فی مسئلہ التراویح رکھا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس نماز کا نام تراویح سنت سے ثابت ہے یا بدعت ہے۔ اگر سنت سے ثابت ہے اور یہ مذکورہ احادیث ہی اس کی دلیل ہیں تو یہ بتایئے کہ دونوں کا صحیح ہونا کس دلیل شرعی سے ثابت ہے۔ ہم اہل سنت والجماعت تو یہ کہتے ہیں کہ امت نے اس نام کو قبول کرلیا۔ تمام مذاہب فقہاء و مجتہدین اس کو تراویح کہتے ہیں۔ اس تلقی بالقبول سے ان احادیث کا صحیح ہونا بھی ثابت ہوگیا۔ آپ کے ہاں تو دلیل شرعی صرف اللہ و رسولؐ کا فرمان ہے اور اللہ و رسولؐ نے کسی ایک حدیث کو بھی نہ صحیح فرمایا نہ ضعیف۔ اس لئے آپ کو تو نہ ہی کسی حدیث کے صحیح کہنے کا حق ہے نہ ضعیف کہنے کا۔ ہاں اہل سنت کا اصول یہ ہے کہ جب اللہ و رسولؐ نے اس حدیث کو نہ صحیح فرمایا نہ ضعیف تو آپؐ کی امت جس کو خیرالامم کہا گیا' جس کو امت وسط (معتدل) کہا گیا نے خصوصاً خیرالقرون میں اس حدیث کو عملاً قبول فرمایا یا عملاً رد کردیا۔ اگر قبول فرمالیا تو وہ حدیث تلقی بالقبول کی وجہ سے مقبول قرار پائے گی۔ اور اگر خیرالقرون میں استقرار اس کے خلاف ہوا تو یہ حدیث تلقی بالرد کی وجہ سے مردود ہوگی۔ تلقی کی حیثیت سورج کی ہے۔ جب سورج طلوع ہوجائے تو سندی بحثوں کے سب چراغ بجھا دیئے جاتے ہیں۔ سورج کو چراغ دکھانے کی جہالت اور جسارت کوئی غیر مقلد ہی کرسکتا ہے۔ اہل سنت والجماعت ایسی حماقتوں اور جہالتوں سے محفوظ ہیں۔

تلقی بالقبول سے مراد ائمہ مجتہدین کا قبول کرنا یا رد کرنا مراد ہے۔ اہل اسلام میں اگرچہ بہت سے مجتہدین گزرے ہیں جن کا مجتہد ہونا اگرچہ قرآن و حدیث میں تو منصوص نہیں' مگر اہل فن کا اجماع ہے کہ وہ مجتہدین ہیں۔ ان ہی میں ائمہ اربعہ کا مجتہد ہونا بھی ہے۔ اہل سنت والجماعت کے ہاں چونکہ اجماع دلیل شرعی ہے اس لئے ان کے ہاں ان کا مجتہد ہونا دلیل شرعی سے ثابت ہے۔ دور برطانیہ میں جب خودرائی' خود سری اور ذہنی آوارگی کی رو چلی تو کئی برخود غلط لوگ بھی اپنے کو مجتہد سمجھنے لگے یا ایک دوسرے کو مجتہد کہنے لگے۔ جب کہ ان کا مجتہد ہونا نہ اللہ و رسولؐ سے منصوص نہ ہی ان کے مجتہد ہونے پر اہل فن کا اجماع ہے۔ وہاں تو صرف "من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو" والا معاملہ ہے۔ ان کی حیثیت ائمہ مجتہدین کے مقابلہ میں ایسی ہی ہے جیسے حضرت جنید بغدادی' حضرت فضیل بن عیاض جیسے اولیاء کرام کے سامنے مست ملنگ چرسیوں

جواب:

قیام رمضان کا ایک اصطلاحی نام تراویح بھی ہے، یہ نام سنت سے ثابت نہیں مگر یہ ہر کس و ناکس کو معلوم ہے کہ اصطلاحات میں جھگڑا نہیں ہوتا۔ کئی الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا لغوی معنیٰ علیحدہ ہوتا ہے

اوراصطلاحی علیحدہ مثلاً

۱: دیوبندی، لغت میں ہراس شخص کوکہاجاتا ہے کہ جودیوبند کا باشندہ ہوچاہے وہ شخص مسلم ہویا غیرمسلم ہندوہو یاسکھ یانصرانی وغیرہ

۲: اصطلاح میں اس شخص کودیوبندی کہاجاتا ہے جوعلماءِ دیوبند کا ہم عقیدہ ومعتقد ہو(یعنی مقلد ہو)

۲ آپ کی پیش کردہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں، ان کا ضعیف ہونا سورۃ الحجرات کی آیت نمبر: ۶ اور اس حدیث (وغیرہ) سے ثابت ہے جسے اشرف علی تھانوی صاحب دیوبندی نے اپنے ملفوظات میں بیان فرمایا ہے۔ دیکھئے الکلام الحسن: ج ۲ ص ۶۱ ''وجبت'' مطبوعہ: مکتبہ جامعہ اشرفیہ لاہور

۳ یہ گزر چکا ہے کہ دیوبندی لوگ ''اہل سنت والجماعت'' نہیں ہیں۔ (ص 27)

۴ قرآن وحدیث سے اجماع کا حجت ہونا ثابت ہے لہذا اجماع بھی حجت شرعی ہے، قرآن و حدیث سے اجتہاد کا جواز بھی ثابت ہے، یہ اجتہاد عارضی اور وقتی ہوتا ہے اسے دائمی قانون کی حیثیت حاصل نہیں، یہاں پر بطور تنبیہ عرض ہے کہ قرآن، حدیث اور اجماع سے استدلال کرنا صرف اہل حدیث کا کام ہے، اسی طرح اجتہاد کرنا بھی صرف اہلِ حدیث علماء کا کام ہے، دیوبندی حضرات کے نزدیک یہ تینوں دلائل شرعیہ اور اجتہاد متروک ہیں، مثلاً

مفتی رشید احمد دیوبندی کے نزدیک صرف قولِ امام ہی حجت ہے ادلہ اربعہ حجت نہیں ہیں کما تقدم: ص 28

۵ دیوبندی حضرات اہلِ سنت نہیں ہیں کما تقدم: ص 27-29

اہل سنت صرف اہلِ حدیث ہیں، اور اہلِ حدیث کا اجماع ہے کہ صحیح حدیث کی پانچ شرطیں ہوتی ہیں۔

۱: راوی کا عادل ہونا ۲: راوی کا ضابط ہونا

۳: سند کا متصل ہونا ۴: شاذ نہ ہونا

۵: معلول نہ ہونا (دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح وغیرہ عام کتب اصول حدیث)

اہلِ حدیث کا اس پر بھی اجماع ہے کہ راوی کا عادل وضابط ہونا محدثین کرام کی گواہیوں سے معلوم ہوتا ہے اہلِ حدیث کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ جرح وتعدیل، تصحیح وتضعیف میں محدثین کرام کی گواہیاں تسلیم کرنا تقلید نہیں ہے، مثلاً امام ابواسحاق ابراہیم بن محمد الاسفرائنی فرماتے ہیں:

" ولا يكون تقليداً في جرحه لأن هذا دليله وحجته "

اور یہ جرح تسلیم کرنا تقلید نہیں ہوتا کیونکہ یہ (گواہی) اسکی دلیل اور حجت ہے۔

(جواب الحافظ المنذري عن أسئلة في الجرح والتعديل : ص ٦٣، ٦٤)

٦ تلقی بالقبول کا مطلب ہے تمام محدثین کا یا تمام امت مسلمہ کا کسی حدیث کو قبول کرنا، یہ اجماع ہے اور اجماع حجت ہے کما تقدم (ص 37) اس سے صرف دیوبندیوں کا تلقی بالقبول مراد نہیں ہے۔

کتنی ہی احادیث کو تلقی بالقبول حاصل ہے جنہیں آلِ دیوبند: خبر واحد، ظنی الثبوت، غیر فقیہ کی روایت وغیرہ کہہ کر رد کردیتے ہیں۔

٧ یہ چاروں مجتہدین و دیگر علماء تمام مسلمانوں کو تقلید سے منع کرتے ہیں کما تقدم، (ص ۲۹ وفتاوی ابن تیمیہ: ۲۰/ ۲۱۰، ۲۱۱) لہذا یہ ثابت ہوا کہ دیوبندی حضرات ان چاروں مجتہدین کے مخالف ہیں۔

٨ دیوبندیوں کے نزدیک اجماع حجت شرعی نہیں بلکہ صرف قولِ امام ہی حجت شرعی ہوتا ہے کما تقدم ص 28

٩ دور برطانیہ میں مدرسہ دیوبند کی بنیاد پڑی، دیکھئے تعداد رکعات قیامِ رمضان ص ۴۸، ۴۹، دیوبندی اکابر، خضر علیہ السلام کو انگریزوں کی صف میں دیکھتے تھے (حاشیہ سوانح قاسمی: ج ۲ ص ۱۰۳ او" علماء ہند کا شاندار ماضی" ج ۴ ص ۲۸۰) فتوی جہاد پر دیوبندی اکابر نے دستخط نہیں کئے تھے، اس پر دستخط تھے تو سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے تھے۔ دیکھئے " انگریز کے باغی مسلمان" (ص ۲۹۳) از جانباز مرزا و دیگر کتب۔

اوکاڑوی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ "دوربین" یا "خوردبین" لگا کر اس فتوی میں سے نانوتوی، گنگوہی "مفرورکی" وغیرہم کے نام نکال کر بتائیں!

(5)

کی' یا امام بخاری' امام مسلم جیسے محدثین کے سامنے پرویز اور تمنا عمادی کی۔ قانونی مسائل میں جیسے چیف جسٹس کے سامنے چمار کی یا مستند ڈاکٹر کے سامنے کمہار کی۔ اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اجماع یا تلقی میں قبول یا رد کرنے والوں کا صرف مجتہد ہونا ہی کافی نہیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ ان کا وہ مذہب اصول و فروع کے اعتبار سے مدون ہو اور متواتر ہو۔ اور اہل سنت میں چار ہی ائمہ مذاہب کی فقہ متواتر ہے اور اصول فقہ بھی۔ اس لئے ان چاروں کے متواتر مذاہب کے اتفاق کو تلقی بالقبول اور اجماع کا نام دیا جائے گا۔ اگر کسی سابقہ مجتہد کا قول ان

چاروں کے خلاف ہوگا تو دیکھا جائے گا کہ جس طرح ان چاروں کا مذہب متواتر ہے وہ قول بھی اس قسم کے تواتر سے ثابت ہے۔ تو پھر وہ قادح اجماع ہوگا اور اگر اس کا ثبوت بطریق ہے تو بصورت سند صحیح بھی وہ شاذ ہوگا۔ اور جس طرح متواتر قرآن کے خلاف شاذ قرات مقبول نہیں نہ اس سے اس قرآن کے تواتر میں کوئی فرق پڑتا ہے تو اس قول کو بوجہ شذوذ رد کر دیا جائے گا۔ اور تلقی یا اجماع پر اس کا ذرہ بھر اثر نہ ہوگا۔ اور اگر وہ قول سنداً بھی صحیح نہیں تو وہ منکر اور مردود ہوگا۔ اور ائمہ اربعہ کے اجماع پر اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ ص۳

رکعات تراویح کے بارہ میں مذاہب اربعہ متواترہ کے متون متواترہ سے ایک حوالہ بھی پیش نہیں کیا جا سکتا کہ تراویح صرف آٹھ رکعت ہی سنت ہیں (مسئلہ)، اس سے زائد بدعت ہیں۔ گویا بیس رکعت کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور آٹھ رکعت کو تلقی بالرد۔ جب انہوں نے بھی مان لیا کہ اس نماز کا نام تراویح ہے تو یاد رہے کہ تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ چار رکعت (مسئلہ) کے بعد ایک دفعہ آرام کرنے کو کہتے ہیں۔ تو چار رکعت کے بعد ایک ترویحہ ہوگا۔ آٹھ رکعت کے بعد دو ترویحے ہوں گے جن کو ترویحتین کہا جائے گا۔ کیونکہ عربی میں دو کو تثنیہ کہتے ہیں، جیسے والدین، طرفین، جانبین وغیرہ۔ اور بارہ رکعت کے بعد تین ترویحے ہوں گے۔ تو اب جمع کا صیغہ تراویح بولا جائے گا۔ ۱۲ رکعت سے کم رکعتوں پر تراویح کا لفظ ہی نہیں بولا جا سکتا۔ اسی لئے پورے خیرالقرون میں ایک فرمان نبوی یا کسی ایک صحابی کا قول یا تابعی اور تبع تابعی کا قول بھی پیش نہیں کیا جا سکتا جس میں بارہ رکعت سے کم پر تراویح کا لفظ استعمال ہوا ہو۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ : عن ابی الحسناء ان علیا امر رجلا ان یصلی بالناس خمس ترویحات عشرین رکعۃ۔ "حضرت ابوالحسناء سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحے یعنی بیس رکعات تراویح پڑھایا کرے۔" ص۵

جواب:

❶ دلیل کیا ہے؟

اگر خلفائے راشدین و دیگر صحابہ سے ایک مسئلہ ثابت ہو تو کیا اسے دیوبندی مذہب کی وجہ سے رد کر دیا جائے گا؟ گواہی کے سلسلہ میں ابن ابی لیلیٰ کے قول پر کیوں فتویٰ دیا گیا ہے؟

❷ یہ تمام دعاوی بلا دلیل ہیں۔

❸ آٹھ رکعات کا سنت ہونا امام مالک، ابن العربی، القرطبی، ابن ہمام وغیرہم سے ثابت ہے:



"ابن ہمام (حنفی) نے آٹھ کو سنت اور زائد کو مستحب لکھا ہے" (براہین قاطعہ: ص۸)

''اور سنت مؤکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعت تو بالاتفاق ہے، اگر خلاف ہے تو بارہ میں ہے'' (براھین قاطعہ: ص۱۹۵)

قارئین کرام! براھین قاطعہ کا مصنف خلیل احمد انبیٹھوی مشہور غالی دیوبندی مقلد تھا۔

۴ یا دو رکعت، کیا شریعتِ دیوبند میں ایسی کوئی دلیل ہے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ دو رکعت پڑھ کر آرام کرنے کو ترویحہ نہیں کہتے اور یہ کہ دو رکعت کے بعد آرام کرنا حرام ہے؟ بے شمار دیوبندی مساجد میں چار پر بھی آرام نہیں کرتے، اس طرح خیبر میل کی رفتار سے تراویح پڑھتے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔

 اس پر بحث آگے آرہی ہے۔ ص 41

(6)

الخیر ۳۱ نماز تراویح...

مصنف ابن ابی شیبہ : زید بن علی عن ابیہ عن جدہ عن علی رضی اللہ عنہم انہ امرالذی یصلی بالناس صلوۃ القیام فی شہر رمضان ان یصلی بہم عشرین رکعۃ یسلم فی کل رکعتین ویراوح مابین کل اربع رکعات فیرجع ذوالحاجۃ ویتوضا الرجل وان یوترھم من آخراللیل حین الانصراف (مسند الامام زید علیہ ص۱۳۹) ''امام زید اپنے والد امام زین العابدین سے' وہ اپنے والد گرامی امام حسینؓ' وہ اپنے والد محترم حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ رمضان میں نماز تراویح پڑھانے والے کو بیس تراویح پڑھانے کا حکم دیتے۔ وہ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتا اور ہر چار رکعت کے بعد وقفہ (ترویحہ) کرتا کہ صاحب حاجت حاجت سے فراغت کر سکے' بے وضو وضو کر سکے اور وتر رات کے آخری حصہ میں پڑھائے۔''

ان دونوں احادیث میں خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حکم بھی ہے بیس رکعت پڑھانے کا اور لفظ تراویح بھی ہے۔ اور اس کو تلقی بالقبول بھی حاصل ہے۔ اب غیر مقلدین سے ہمارا مطالبہ یہی ہے کہ وہ بھی حضرت علیؓ آخری خلیفہ راشد سے آٹھ رکعت سنت کا حکم اور اس کے ساتھ تراویح کا لفظ دکھا دیں۔ ہم نے دو احادیث پیش کی ہیں' وہ ایک ہی پیش کر دیں جس میں یہ تینوں باتیں ہوں۔ یہ تو زبیر علی کے بس کی بات نہیں۔ البتہ ابوالحسناءؒ تابعی ان کا کہنا ہے' تعارف نہیں ہے۔ وہ حضرت علیؓ کے شاگرد ہیں رحمہ اللہ حضرت امام حسینؓ اور حضرت ابوعبدالرحمن السلمی کے ہم جماعت ہیں۔ ان کی یہ روایت تلقی بالقبول کا شرف پا چکی ہے۔ اس کے مقابلہ میں آپ اس پر ایسی مفسر جرح کریں جو متفق علیہ بھی ہو اور اس کا ثبوت بھی تواتر سے ہو۔ جس روایت کو تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہو اس کو رد کرنا صرف جہالت ہی نہیں شرارت بھی ہے۔

عن سعید بن عبید ان علی بن ربیعہ کان یصلی بھم فی رمضان خمس ترویحات و یوتر بثلاث

> (مصنف ابن ابی شیبہ) "حضرت سعید بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ربیعہ رمضان میں ہمیں پانچ ترویح (بیس رکعت تراویح) اور تین وتر پڑھاتے تھے۔" عکس ۵
>
> یہ علی بن ربیعہ حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت علیؓ کے شاگرد ہیں۔ اس میں بھی تراویح کا لفظ موجود ہے اور تا قیامت ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ اس پہلی صدی میں آٹھ رکعت کے ساتھ تراویح کا لفظ استعمال ہوا ہو یا ایک شخص کا نام بتایا جائے جو بیس تراویح کی جماعت سے آٹھ پڑھ کر بھاگ جاتا ہو۔
>
> عکس ۶
>
> عن ابی البختری انہ کان یصلی خمس ترویحات فی رمضان ویوتر بثلاث (ابن ابی شیبہ)
>
> (۴۷۹)

جواب

۱ زیدی شیعوں کی یہ مسند زید، موضوع اور سفید جھوٹ ہے (دیکھئے تعداد رکعاتِ قیامِ رمضان: ص ۲۹)
اس کا راوی عمرو بن خالد الواسطی ہے جو کہ اوکاڑوی حیاتی کی طرح کذاب ہے، امام احمد نے اسے کذاب کہا ہے۔ (تعداد رکعات ایضاً)

امام احمد بن حنبل کے باغیوں کا اس موضوع کتاب سے استدلال کرنا خود ان لوگوں کی رسوائی کا باعث ہے۔

۲ جب ہم جناب عمر رضی اللہ عنہ سے آٹھ کا حکم ثابت کرتے ہیں تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں صحابی سے ثابت کرو، اگر ہم قولی حدیث پیش کر دیں مثلاً مسئلہ وتر، تو یہ فعلی حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں، اگر ہم فعلی احادیث پیش کریں مثلاً مسئلہ رفع الیدین تو یہ قولی حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں سارا مقصد مذہب دیوبند کو بچانا ہے اور بس!

اوکاڑوی صاحب خود لکھتے ہیں:

''مدعی سے خاص دلیل کا مطالبہ کرنا کہ یہ خاص قرآن سے دکھاؤ یا خاص ابوبکرؓ و عمر فاروقؓ کی حدیث دکھاؤ یا خاص فلاں فلاں کتاب سے دکھاؤ یہ محض دھوکا اور فریب ہے کتاب و سنت نے دلیل خاص کی ہرگز پابندی عائد نہیں کی...... یہ خالص مرزا قادیانی کی سنت ہے'' (تحقیق مسئلہ رفع یدین: ص ۲۱ و مجموعہ رسائل: ج ۱ ص ۱۹۷)

معلوم ہوا کہ اوکاڑوی صاحب نے مرزا قادیانی کی سنت پر عمل کرتے ہوئے خاص ''حضرت'' علی رضی اللہ عنہ سے حدیث کا مطالبہ کیا ہے، اور ان (اوکاڑوی) کا یہ مطالبہ محض دھوکا اور فریب ہے۔

اوکاڑوی صاحب اگر ہم آپ سے خاص دلیل کا مطالبہ کر بیٹھیں تو آپ کو بھاگنے کا راستہ بھی نہ ملے گا، اچھا

چلو خاص اپنے مزعوم امام ابو حنیفہ سے باسند صحیح ثابت کرو کہ صرف بیس رکعات تراویح سنتِ مؤکدہ ہیں اور ان سے کم یا زیادہ کا فاعل گنہ گار ہے۔

۳ کتب اسماء الرجال سے ابو الحسناء کا ثقہ ہونا اور تابعی ہونا ثابت کریں۔

۴ یہ بھی ثابت کریں کہ یہ ابو الحسناء جناب علی رضی اللہ عنہ کا شاگرد تھا۔

۵ الف: کیا مصنف ابن ابی شیبہ، ائمہ اربعہ کی کتبِ متون میں سے ہے۔

ب: کیا علی بن ربیعہ رحمہ اللہ یہ رکعتیں سنتِ مؤکدہ سمجھ کر پڑھنے کے قائل تھے، مجرد پڑھنا پیش کرنے کی ضرورت نہیں، اپنے دعوی کے مطابق دلیل لائیں۔

۶ اس روایت کی سند: **حدثنا غندر عن شعبة عن خلف عن ربیع به** (ابن ابی شیبہ: ج۲ص۳۹۳)

آپ خلف اور ربیع کا کتب رجال سے تعارف کرائیں۔ اور یہ بھی ثابت کریں کہ وہ یہ رکعتیں سنتِ مؤکدہ سمجھ کر پڑھتے تھے، اذ لیس فلیس

(7)

... نماز تراویح ... ۳۲

"حضرت ابوالبختری رمضان میں پانچ ترویحے اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔"

حضرت ابوالبختری جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کے شاگرد ہیں اور ۸۳ھ میں شہید ہوئے آپ بھی پہلی صدی ہجری کے امام التراویح ہیں۔ اور آپ بیس تراویح پڑھاتے تھے۔ اس روایت میں بھی تراویح کا لفظ ہے نہ یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ اس صدی میں کسی نے آٹھ رکعت کے ساتھ تراویح کا لفظ استعمال کیا' نہ یہ کہ کوئی آٹھ پڑھ کر بھاگ جاتا ہو' نہ یہ کہ کسی نے بیس رکعت تراویح کو بدعت قرار دیا ہو' نہ یہ کہ کسی نے بیس رکعت کے خلاف اشتہار بازی کی ہو' انعامی چیلنج دیئے ہوں اور مناظرے کا شور مچایا ہو۔

ثنا ابوالخصیب قال كان یؤمنا سوید بن غفلة فی رمضان خمس ترویحات عشرین ركعة (بیہقی ص۴۹۶ ج۲) حضرت ابوالخصیب سے روایت ہے کہ حضرت سوید بن غفلہ رمضان میں پانچ ترویحے بیس رکعات پڑھاتے تھے یہ بھی جلیل القدر تابعی ہیں۔ ۸۲ھ میں وصال فرمایا۔ اس میں بھی بیس رکعت کے ساتھ تراویح کا لفظ موجود ہے۔ کیا اس کے مقابلہ میں اس پہلی صدی میں پوری اسلامی دنیا میں ایک مسجد کا امام بتایا جا سکتا ہے کہ وہ رمضان میں صرف آٹھ رکعت پڑھاتا اور اس کو نماز تراویح کہتا ہو۔

اسی طرح حضرت شتیر بن شکل ۶۵ھ جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت علیؓ سیدہ حفصہ اور سیدہ ام حبیبہ کے شاگرد ہیں بیس تراویح پڑھایا کرتے تھے (بیہقی ص۴۹۶ ج۲) امام

حارث ہمدانی جو حضرت علیؓ کے شاگرد ہیں بھی بیس تراویح پڑھایا کرتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ)
امام ابن ابی ملیکہ ۱۱۷ھ بھی بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کے بعد
مذاہب اربعہ مدون ہوکر متواتر ہوگئے۔ ان کے بارہ میں علامہ سید محمد انور شاہ نوراللہ مرقدہ تحریر
فرماتے ہیں : لم یقل احد من الائمہ الاربعہ باقل من عشرین رکعت فی التراویح والیہ جمہور الصحابہ
رضوان اللہ علیہم (العرف الشذی ص۳۰۹ ج۱) "ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی بیس رکعت سے کم
تراویح کا قائل نہیں اور جمہور صحابہ رضوان اللہ علیہم بھی اسی کے قائل تھے۔ یہاں تک کہ امام
ترمذی نے ۸ رکعت تراویح کسی کا مذہب ہونا ذکر ہی نہیں کیا۔
ایک اور دعویٰ : صاحب رسالہ نے ص۱۳ پر یہ دعویٰ کیا ہے: "تہجد' تراویح' قیام الیل'
قیام رمضان' وتر ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں"۔ مگر اس دعویٰ پر نہ کوئی قرآن پاک کی آیت
دلیل میں پیش کی ہے اور نہ ہی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ

(۳۸۰)

جواب:

۱ یہ بھاگنے والے اس دور میں آپ کے دیوبندی بھائی ہی ہیں، اہلِ حدیث تو پڑھتے ہی آٹھ ہیں سنت سمجھ کر، اور پڑھتے بھی اہلِ حدیث کے پیچھے ہی ہیں۔

۲ امام مالک رحمہ اللہ کا قول (ص34) پر گزر چکا ہے، میرے علم میں کسی مستند عالم نے بیس رکعات کو سنت مؤکدہ نہیں کہا ہے، رہے مقلدین حضرات تو ان کا قول اور عدمِ قول ایک برابر ہے۔

۳ نفل سمجھ کر پڑھنے والا بیس رکعات پڑھے یا چالیس، اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں اختلاف صرف سنتِ مؤکدہ سمجھ کر پڑھنے میں ہے، کیا سوید بن غفلہ رحمہ اللہ یہ بیس رکعات سنتِ مؤکدہ سمجھ کر پڑھتے تھے؟ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین (نیز دیکھئے نمبر۴ تا نمبر۶)

۴ اس کی مکمل سند مع توثیقِ رواۃ وتصحیح السند بمطابق اصولِ حدیث پیش کریں۔ (نیز دیکھئے نمبر۵ و نمبر۶)

۵ حارث ہمدانی کا تعارف اسماء الرجال سے کرائیں اور حارث تک سند کی تصحیح بھی ثابت کریں، نیز دیکھئے نمبر۶ (حارث الاعور کو امام شعبی: کذاب کہتے تھے، دیکھئے تہذیب التہذیب وغیرہ)

۶ کیا ابن ابی ملیکہ (وحارث وشتیر وسوید بن غفلہ) یہ رکعتیں سنتِ مؤکدہ سمجھ کر پڑھتے تھے؛ مصنف ابن ابی شیبہ (ج۲ ص۳۹۳) کے محولہ صفحہ پر لکھا ہوا ہے کہ

۱: عبدالرحمٰن بن الاسود ۴۰+۷=۴۷رکعتیں پڑھتے تھے۔

۲: داود بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں لوگوں کو ۳۶+۳=۳۹ رکعتیں پڑھتے ہوئے پایا ہے۔

۳: سعید بن جبیر ۶ ترویحات اور ۷ ترویحات پڑھتے تھے۔

اوکاڑوی صاحب ۴ رکعتوں کو ترویحہ کہتے ہیں لہذا یہ ۲۴ اور ۲۸ رکعتیں ہیں، کیا یہ لوگ یہ رکعتیں سنتِ مؤکدہ سمجھ کر پڑھتے تھے؟

اگر یہ سنتِ موکدہ نہیں ہیں تو بیس رکعات بھی سنتِ موکدہ نہیں ہیں۔

۷ انور شاہ صاحب ایک غالی دیوبندی تھے جو وتر والی صحیح حدیث کا جواب چودہ (۱۴) سال تک سوچتے رہے، دیکھئے العرف الشذی ص ۱۰۷، وتعداد رکعات قیام رمضان ص ۵٦

آخری عمر میں وہ اپنی ان کارروائیوں پر سخت شرمندہ تھے۔ دیکھئے (وحدت امت: ص ۱۸ تا ۲۰)

دیوبندیوں کی یہ عادت ہے کہ اہلِ حدیث کے خلاف اپنی کتابوں، مضامین اور تقریروں میں اپنے مقلد مولویوں کے اقوال وغیرہ پیش کرتے ہیں، حالانکہ ان کے یہ صنادید فریقِ مخالف کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یہاں یہ بطورِ تنبیہ عرض ہے کہ ہم، دیوبندیوں اور تمام گمراہوں کے خلاف ان کے اکابر، احبار ورھبان کے اقوال وغیرہ بطورِ الزام الخصم واتمامِ حجت پیش کرتے ہیں جس کی دلیل ہمارے پاس صحیح احادیث ہیں۔ میں نے یہ مسئلہ نیل المقصود فی التعلیق علی سنن ابی داود (ج ۲ ص ۵٦۹ ح ۲۲٦۱) وغیرہ میں مدلل لکھا ہے، والحمدللہ

انور شاہ صاحب تہجد وتراویح کو ایک ہی نماز سمجھتے ہیں، دیوبندی اس بات کو صرف "غیر مقلدین" کا موقف ہی سمجھتے ہیں انور شاہ صاحب کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ آٹھ رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ (العرف الشذی: ۱/۱٦٦)

۸ (تعدادِ رکعاتِ قیامِ رمضان ص ۱۳ تا ۱٦) پر اس دعوی کی دس دلیلیں مذکور ہیں۔

قارئین سے درخواست ہے کہ "تعدادِ رکعاتِ قیامِ رمضان" کا خود مطالعہ کریں۔

٭ اس دعویٰ کی دلیل نمبر۹ یہ لکھی ہوئی ہے: ''نبی ﷺ سے تہجد اور تراویح کا علیحدہ علیحدہ پڑھنا قطعاً ثابت نہیں ہے'' (ص ۱۳ تعداد) اوکاڑوی صاحب کا کام ہے کہ اس دلیل کو وہ حدیث پیش کر کے توڑ دیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ نبی ﷺ تہجد علیحدہ پڑھتے تھے اور تراویح علیحدہ پڑھتے تھے'' اس دعویٰ کی آخری دلیل نمبر۱۰ بھی حدیث ہی ہے۔ والحمدللہ

(8)

جو دیواروں پر لکھتے ہیں: اہل حدیث کے دو اصول' فرمان خدا فرمان رسول' یہ محض جھوٹ ہے' سراسر دھوکا ہے۔ یہ حضرات دو رخی پالیسی کے ماہر ہیں۔ ص ۸۳ پر نوٹ دیتا ہے: ''مقلدین مثلاً ملا علی قاری وغیرہ کے حوالے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ابوحنیفہ' مالک' شافعی' احمد' بخاری' مسلم وغیرہم یا ان جیسے علماء کے حوالے پیش کریں''۔ اب پہلا سوال تو یہ ہے کہ آپ نے ان چھ حضرات کی تقلید کا کب سے التزام فرمایا ہے؟ اور کس دلیل سے یہ التزام فرمایا ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ جناب نے ص ۴ پر امام زیلعی حنفی' امام ابن حجر عسقلانی شافعی' امام ابن ہمام حنفی' امام عینی حنفی' امام سیوطی شافعی کے حوالے کس لئے پیش کئے ہیں۔ ام تقولون ملا تفعلون۔ دیگراں را نصیحت خود میاں فضیحت۔ اور پھر یہ پانچوں اس بات کے قائل ہیں کہ استقرار بیس رکعت تراویح پر ہوا۔ اور ان میں سے کسی ایک کے بارہ میں آپ ثابت نہیں کرسکتے کہ وہ آٹھ پڑھ کر مسجد سے بھاگ جاتا ہو۔

دیوانے کی بڑ : کہتا ہے چودہ سو سال میں کسی ایک ثقہ محدث سے ثابت کریں کہ حدیث عائشہؓ کا تعلق نماز تراویح کے ساتھ نہیں۔ جناب من! امام مالک' امام عبدالرزاق' امام مسلم' امام ترمذی' امام نسائی' امام ابوداؤد' امام ابوعوانہ' امام ابن خزیمہ' امام دارمی' امام مروزی' صاحب مشکوۃ۔ یہ حضرات محدث تھے یا نہیں؟ ان کی کتابوں میں تراویح کے ابواب ہیں یا نہیں؟ مگر ان میں سے کوئی بھی حدیث عائشہؓ کو تراویح کے باب میں نہیں لایا۔ امام بخاری اس حدیث کو تہجد کے باب میں لائے اور قیام رمضان میں بھی تاکہ تراویح کے بعد تہجد پڑھی جائے۔ چنانچہ امام بخاری خود تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے (تیسیر الباری ص ۳۹' ج ۱) میاں نذیر حسین بھی آپ کے نزدیک محدث تھے یا نہیں؟ وہ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے (الحیات بعد الممات ص ۱۳۸) میاں نذیر حسین کے دادا استاد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بھی محدث تھے یا نہیں؟ وہ صاف صاف تصریح فرماتے ہیں کہ حدیث عائشہؓ کا کوئی تعلق نماز تراویح سے نہیں (حاشیہ ماثبت بالسنہ ص ۶۹ فتاویٰ عزیزی ص ۳۸۱ تا ص ۳۸۶)

دوسری بڑ : چودہ سو سال میں کسی ایک ثقہ محدث سے ثابت کریں کہ تراویح اور تہجد من حیث کل الوجوہ علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں۔ چودہ سو سال کے محدثین نے جس طرح ظہر اور عصر کے باب الگ الگ باندھے ہیں مغرب اور عشاء کے باب الگ الگ باندھے ہیں۔ جمعہ اور عیدین کے ابواب الگ الگ باندھے ہیں۔ اسی طرح تہجد' قیام رمضان اور وتر کے ابواب بھی الگ الگ

جواب:

① الحمدللہ ہم قرآن وحدیث کو حجت سمجھتے ہیں، قرآن وحدیث سے اجماع کا حجت ہونا ثابت ہے، ہم اس کے بھی قائل ہیں، قرآن وحدیث اور اجماع سے اجتہاد کا جواز ثابت ہے ہم بھی اس کے جواز کے قائل ہیں۔ ہر اجتہاد عارضی ووقتی ہوتا ہے، اسے دائمی قانون کی حیثیت حاصل نہیں، قرآن وحدیث اور اجماع سے تقلید کی ممانعت ثابت ہے لہذا ہم تقلید کے مخالف ہیں، والحمدللہ

دیوبندیوں کے نزدیک نہ قرآن حجت ہے اور نہ حدیث، نہ اجماع حجت ہے اور نہ اجتہاد کرنا، وہ صرف اور صرف امام ابوحنیفہ کے قول کے مقلد ہیں، کما تقدم ص28

لہذا اوکاڑوی ہو یا کوئی دیوبندی، اصولاً انہیں صرف امام کا قول پیش کرنا چاہئے، قرآن کی کسی آیت یا رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث اور اجماع سے وہ صرف اس وقت استدلال کر سکتے ہیں جب ان کے مزعوم امام نے ان سے استدلال کیا ہو، اذ لیس فلیس

یہ بے اصول لوگ اپنے خود ساختہ اصولوں پر بھی قائم نہیں رہتے۔

② یہ لغت یا اصطلاح کی کس کتاب کا مسئلہ ہے کہ کسی امام کے قول پیش کرنے کا مطالبہ تقلید کہلاتا ہے؟

جنابِ والا! میں آپ کو اس سوال کے ذریعے یہ سمجھاتا ہوں کہ آپ اپنے اس مسئلہ: بیس رکعات سنت مؤکدہ، میں امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی وغیرہم کے مخالف ہیں۔

③ ائمہ اربعہ ودیگر اماموں نے تقلید سے منع کیا ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ: ج ۲۰ ص ۱۰، ۲۱۱ وغیرہ) نیز دیکھئے ص29

لہذا ان کی تقلید کرنے والا ان اماموں کا مخالف ہے۔

④ آپ پر بطورِ الزام واتمامِ حجت پیش کئے ہیں۔ تعداد رکعات قیامِ رمضان ص ۱۵ پر ان جیسے ایک قول کے بعد یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ''یہ مخالفین کے گھر کی گواہی ہے'' نیز دیکھئے ص44

⑤ زبانی دعوی نہ کریں بلکہ ان علماء سے باحوالہ کتاب، جلد وصفحہ وغیرہ سے ثابت کریں کہ:

۱: بیس رکعات تراویح (ہی) سنتِ موکدہ ہیں۔

۲: تہجد اور تراویح علیحدہ نماز ہے۔

۳: حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تعلق تراویح کے ساتھ نہیں ہے۔

۶ کیا وجہ ہے کہ آپ کے دیوبندی آپ کی تقلید نہیں کرتے؟ اور آٹھ پڑھ کر بھاگ جاتے ہیں۔

۷ یہ تمام محدثین تھے مگر ان میں سے ایک بھی یہ نہیں کہتا کہ حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تعلق تراویح کے ساتھ نہیں ہے، کسی کا باب نہ باندھنا آپ کے دعویٰ کی دلیل نہیں ہے۔ آپ رفع یدین کے خلاف، بے انصافی کا ارتکاب کرتے ہوئے حدیث جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ پیش کرتے ہیں حالانکہ ان دیگر محدثین میں سے کسی نے بھی اس پر ترک رفع یدین کا باب نہیں باندھا۔

۸ اس کا جواب نمبر ۷ پر گزر چکا ہے۔ (ص 47 نمبر ۷)

۹ تیسیر الباری سے اسکی، امام بخاری تک پوری سند پیش کریں اور اس سند کا صحیح ہونا بھی ثابت کریں چونکہ تہجد بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے لہذا یہ بھی ثابت کریں کہ: امام بخاری رحمہ اللہ بیس رکعات تراویح، سنتِ موکدہ سمجھ کر اور بعد میں تہجد، سنت سمجھ کر پڑھتے تھے۔ اذلیس فلیس

۱۰ بے شک وہ محدث تھے، آپ کے ممدوح خواجہ غلام فرید نے غلو کرتے ہوئے ان (سید نذیر حسین رحمہ اللہ) کے بارے میں کہا: ''وہ تو ایک صحابی معلوم ہوتے ہیں'' (مقابیس المجالس: ص۷۹۶)

سید نذیر حسین الدہلوی رحمہ اللہ گیارہ رکعات کے قائل تھے۔ (فتاوی نذیریہ: ج۱ص۶۳۵)

لہذا (۸+۳) گیارہ (۱۱) رکعات سنت سمجھ کر (بغیر وتر کے) پڑھنے کے بعد رات کے کسی حصے میں کچھ نوافل پڑھ لیے تو اس سے آپ کا دعویٰ کہاں سے ثابت ہوگیا؟

۱۱ محدث تو تھے مگر ان کا ثقہ ہونا معلوم نہیں، فتاوی عزیزی کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ معتدل قسم کے مقلد تھے، اور مقلد کا ثقہ ہونا ثابت نہیں ہے، شاہ عبدالعزیز صاحب موضوع و بے اصل احادیث کو ''صحیح احادیث'' لکھتے ہیں دیکھئے (فتاوی عزیزی ص ۴۴۷ و مختصر منہاج السنۃ للذہبی ص ۲۸) خیر القرون سے لے کر انگریزی دور تک اوکاڑوی صاحب کو کوئی محدث نہیں ملا۔

۱۲ اوکاڑوی صاحب اس سلسلہ میں کچھ بھی ثابت نہیں کر سکے، والحمدللہ

9

نماز تراویح ... ۴۴ ... المختصر

باندھے ہیں۔ اسی طرح چودہ سو سال کے فقہاء نے بھی اپنی کتابوں میں ان نمازوں کے مسائل الگ الگ بیان کئے ہیں۔

تیسری بڑ : چودہ سو سال میں کسی ایک محدث سے ثابت کریں کہ بیس رکعت تراویح کے سنت ہونے پر اجماع ہے۔ جناب سے گزارش ہے کہ پہلے سنت اور اجماع کی جامع مانع تعریف دلیل شرعی سے ثابت کریں۔[1] اہل سنت والجماعت کے ہاں سنیت کے لئے مواظبت اور استقرار ضروری ہے۔ اور تمام اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ استقرار بیس رکعت تراویح پر ہی ہوا ہے۔ امام ابن قدامہ حنبلی (۶۳۰ھ) فرماتے ہیں بیس تراویح کا ذکر کرکے هذا كالاجماع المغني (المغنی ص۸۰۳ ج۱)[2] ملا علی قاری فرماتے ہیں: فصار اجماعا (شرح نقایہ ص۱۰۴ ج۱) نواب صدیق حسن فرماتے ہیں: قد عدوا ما وقع في زمن عمر كالاجماع (عون الباری ص۳۰۷ ج۴) هذا كالاجماع (اوجز المسالک) اب جناب کا فرض ہے کہ کسی ایک ثقہ محدث یا مجتہد سے آٹھ رکعت پر استقرار اور اجماع ثابت کریں جس کی نقل اسی طرح ہر صدی میں متواتر ہوتی آ رہی ہو۔

چوتھی بڑ : چودہ سو سال میں کسی ایک ثقہ محدث سے ثابت کریں کہ آٹھ رکعت سنت نبوی نہیں (ص۸۳)

(۱) امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کے باب میں کوئی معین عدد ثابت ہے جو کم و بیش نہیں ہو سکتا وہ غلطی پر ہے" (فتاویٰ ابن تیمیہ ص۴۰ ج۲) [3]

(۲) علامہ سبکی شافعی فرماتے ہیں: "یہ منقول نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان راتوں میں کتنی رکعتیں پڑھیں۔ بیس یا اس سے کم (مصابیح ص۴۴) [4]

(۳) علامہ شوکانی فرماتے ہیں: "تراویح کو کسی خاص عدد میں منحصر کردینا اور اس میں خاص مقدار قرات کا مقرر کرنا ایسی بات ہے جو سنت میں وارد نہیں ہوئی (نیل الاوطار ص۴۶ ج۳) [5]

(۴) علامہ وحیدالزمان فرماتے ہیں: "رمضان کی راتوں کی تراویح کے لئے کوئی عدد معین نہیں" (نزل الابرار ص۱۲۶ ج۱) [6]

(۵) میر نورالحسن صاحب فرماتے ہیں: "تراویح کا کسی مرفوع حدیث میں کوئی معین عدد نہیں آیا (عرف الجادی ص۸۳) [7]

[8]

(۶) نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں: "عدد معین مرفوع روایتوں میں نہیں ہے (الانتقاد الرجیح

جواب:

اوکاڑوی صاحب!

آپ بیس رکعات کے سنتِ مؤکدہ ہونے اور اس پر اجماع کے قائل ہیں لہذا آپ پر یہ لازم ہے کہ سنتِ مؤکدہ اور اجماع کی تعریف اپنے مزعوم امام سے باسند صحیح ثابت کریں۔

۲. مغنی ابن قدامہ (ج ۱ص ۴۵۶ مسئلہ ۱۰۹۵) میں بیس رکعات کے سنتِ موکدہ ہونے پر اجماع مذکور نہیں بلکہ صرف "المختار" پر " کا لإجماع " لکھا ہوا ہے، یعنی اجماع نہیں ہے مگر اجماع جیسا ہے۔
اسی مغنی ابن قدامہ (۱/ ۱۸۱ مسئلہ ۴۲۶) پر یہ لکھا ہوا ہے کہ جرابوں پر مسح کے بارے میں اجماع ہے کہ جائز ہے۔"فكان إجماعاً" اوکاڑوی صاحب وغیرہ اس اجماع کے سراسر مخالف ہیں۔ ملا علی قاری، صدیق حسن بھوپالی وغیرہما کے حوالے فضول ومردود ہیں۔

۳. فتاوی ابن تیمیہ کی بحث مذکور کی مکمل فوٹوسٹیٹ اور اس کا ترجمہ پیش کریں۔ مجموع فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۳ ص ۱۱۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ گیارہ (۱۱) رکعات تراویح پڑھنا حسن یعنی اچھا ہے، نیز دیکھئے انوار مصابیح (ص ۵۶ تا ۵۹)

۴. سبکی کا پورا کلام لکھیں اور پھر اس کا ترجمہ کریں، اس کلام میں سبکی صاحب لکھتے ہیں کہ:
" فإن ذلك من النوافل من شاء أقل و من شاء أكثر "
پس یہ بات نوافل میں سے ہے، جس کی مرضی ہو کم تعداد میں پڑھے اور جس کی مرضی ہو زیادہ تعداد میں پڑھے۔ (الحاوی للفتاوی: ۱/ ۳۵۰ والمصابیح فی صلاۃ التراویح للسیوطی: ص ۴)
اسی کلام میں گیارہ رکعات کو " هي صلوة رسول الله ﷺ " بھی لکھا ہوا ہے۔
(حوالہ مذکورہ انوار مصابیح ص ۶۰)

۵. نیل الاوطار وغیرہ کے حوالوں میں حبیب الرحمن اعظمی، کذاب ووضاع نے جو خیانتیں کی تھیں، مولانا نذیر احمد رحمانی رحمہ اللہ نے انوار مصابیح (ص ۶۶) وغیرہ میں مفصل جواب دے دیا تھا مگر اوکاڑوی صاحب اُگلے ہوئے نوالے چبا رہے ہیں۔ نیل الاوطار میں ہی شوکانی صاحب نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ سے رمضان میں گیارہ (۱۱) کا عدد ثابت ہے۔

۶. اہلِ حدیث کے خلاف وحید الزمان، نور الحسن اور نواب صدیق حسن خان کے حوالے پیش کرنا اصولاً غلط ہے۔ دوسرے یہ کہ اوکاڑوی صاحب کی ایک طویل عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ:
" نواب صدیق حسن خان، وحید الزمان اور میر نور الحسن کی کتابیں، اہلِ حدیث علماء اور عوام سب کے نزدیک متروک ہیں" دیکھئے تجلیات صفدر: ج ۱ ص ۶۲۱، مجموعہ رسائل: ج ۳ ص ۹۷

بالاتفاق متروک کتابوں کے حوالے پیش کرنا کون سی دیوبندی عدالت کا انصاف ہے؟

''نزل الابرار'' کو حال ہی میں انتہائی گمراہ اور ساقط العدالت دیوبندیوں نے لاہور سے شائع کیا ہے اور اپنا نام ''جمعیت اہل سنت لاہور'' رکھ دیا ہے۔ حالانکہ دیوبندیوں کا اہلِ سنت سے کوئی تعلق نہیں ہے، اوکاڑوی حیاتی دیوبندی صاحب اپنے اکابر کی طرح کذاب اور متروک ہیں۔

بانی دیوبند، محمد قاسم نانوتوی صاحب کہتے ہیں:

''میں سخت نادم ہوا اور مجھ سے بجز اس کے کچھ بن نہ پڑا کہ میں جھوٹ بولوں اور صریح جھوٹ میں نے اسی روز بولا تھا'' ارواح ثلاثہ: ص۲۳۱ و معارف الاکابر: ص۲۶۰)

اس پر اشرف علی تھانوی صاحب نے حاشیہ لکھتے ہیں کہ:

''چونکہ اس میں کسی کا ضرر نہ تھا اس لئے اباحت کا حکم کہا جائے گا'' (ایضاً)

یعنی نانوتوی صاحب (اور) تھانوی صاحب کے نزدیک جھوٹ بولنا مباح ہے۔ میں نے ''نزل الابرار'' جو کہ متروک کتاب ہے کھول کر دیکھی اس میں لکھا ہوا ہے کہ:

''والراجح أن یصلي إحدی عشرۃ رکعۃ''

راجح یہی ہے کہ گیارہ (۱۱) رکعات پڑھی جائیں۔ (نزل الابرار: ج۱ص۱۲۶)

اسی ایک حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حیاتی صاحب نے نورالحسن اور صدیق حسن خان کے حوالوں میں کیا کیا خیانتیں نہ کر رکھی ہوں گی۔

۷ ، ۸ اس کا جواب سابقہ حوالے میں گزر چکا ہے۔

10 ص۶

جناب ایک محدث کہتے تھے' یہاں چھ محدث ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ حضور سے کوئی بھی عدد معین ثابت نہیں۔

ہمارا سوال : جناب نے ہر سوال میں محدث کی قید لگائی ہے۔ فقیہ اور مجتہد کی قید کیوں نہیں لگائی ہے جبکہ خداوند قدوس نے اپنے بندوں کو فقہا کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے: لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔ ''تاکہ وہ دین میں فقیہ بنیں اور اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ لوٹیں ان کی طرف تاکہ وہ بچ جائیں۔'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فقہ کو خیر اور فقہاء کو خیار فرمایا (متفق علیہ) اور یہ بھی فرمایا کہ ہر حامل فقہ (محض محدث) فقیہ نہیں ہوتا (ترمذی) اور خود محدثین کا اعتراف ہے کہ فقہاء معانی حدیث میں ہم سے بڑے عالم ہیں

(ترمذی) امام بخاری فرماتے ہیں: علیک بالفقہ فقہ کو لازم پکڑنا فلہ ـــــ بے شک وہ حدیث کا پھل ہے (المعلم) اور محدثین فقہاء کو طبیب اور اپنے آپ کو پنساری کہتے ہیں (تاریخ بغداد) اور یہ محدثین تو خود ائمہ اربعہ کے خوشہ چین اور مقلد ہیں۔ کسی کا ذکر طبقات حنفیہ میں ہے' کسی کا طبقات مالکیہ میں' کسی کا طبقات شافعیہ میں' کسی کا طبقات حنابلہ میں۔ محدثین کے حالات میں طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب کسی مسلمہ محدث یا مورخ نے لکھی ہی نہیں اور نہ ہی کسی مسلمہ محدث کا اعتراف ہے کہ میں نہ اجتہاد کی اہلیت رکھتا اور نہ تقلید کرتا ہوں بلکہ غیر مقلد ہوں۔ اب جناب کے سوالات ایسے احمقانہ ہوں گے جیسے کوئی پاگل یہ کہے کہ میں کسی ڈاکٹر کا نسخہ نہیں مانتا جب تک کوئی پنساری اس نسخہ کی توثیق نہ کرے۔ پھر یہ بھی بتایئے کہ محدثین کے مکمل اصول و فروع کہاں مدون اور متواتر ہیں۔ موجود متواتر فقہوں کو چھوڑ کر معدوم فقہ کی دعوت دینا کو معدوم العقل والعلم ہی کر سکتا ہے۔

شعبدہ بازیاں : تنویر علی نے ص۸ پر یہ عنوان دیا ہے اور لکھا ہے کہ (مولانا) خیر محمد نیلوی چشتی دلاوری اعظم گڑھی نے ابو شیبہ بن عثمان جیسے متروک اور متہم بالکذب راوی کی تقویت اور دفاع کی کوشش کی ہے اور ص۷ پر بیس تراویح کی مرفوع حدیث کو موضوع لکھا ہے۔ اندھوں میں کانا راجا کی مثال تو سنی تھی غیر مقلدین اس کپڑا فروش کو امام الجرح والتعدیل کہتے ہیں جس کو تقریب التہذیب کی دو سطریں بھی صحیح پڑھنی نہ آئیں۔ ابن حجر مقلد شافعی نے جرح و تعدیل کے بارہ طبقوں کا ذکر کیا ہے۔ العاشرة من لم یوثق البتہ وضعف مع ذالک بقادح والیہ الاشارة بمتروک

او متروک الحدیث او واھی الحدیث او ساقط۔ الحادیہ عشر من اتھم بالکذب الثانیہ عشر من اطلق علیہ اسم الکذب والوضع (تقریب ص۱۰) دسواں طبقہ ان راویوں کا ہے جن کی بالکل توثیق نہیں کی گئی اور ان کو ضعیف کہا گیا۔ جرح مفسر کے سبب سے اس کی طرف اشارہ متروک الحدیث یا واھی الحدیث یا ساقط سے کیا جائے گا۔ گیارھواں طبقہ وہ ہے کہ راوی متہم بالکذب ہو اور بارھواں طبقہ وہ ہے کہ راوی پر کذب اور وضع کا اطلاق ہو۔ پھر حافظ ابن حجر نے ص۲۲ پر لکھا ہے کہ ابوشیبہ سے صحاح ستہ والوں میں سے ترمذی اور ابن ماجہ نے حدیث لی ہے۔ وہ واسط کا قاضی ہے اور متروک الحدیث ہے۔ لیکن کپڑا فروش نے تینوں طبقات کو گڈمڈ کر دیا ہے۔ موضوع بارھویں طبقے والے کی حدیث ہوتی ہے نہ کہ دسویں طبقے والے کی۔ جب کہ ابوشیبہ کا دسویں طبقہ میں شامل کرنا بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ دسویں طبقہ کے راوی میں دو باتیں ہونا ضروری ہیں: (۱) اس کی کسی نے توثیق نہ کی ہو جبکہ امام یزید بن ہارون نے اس کو نہ صرف عادل بلکہ اعدل قرار دیا ہے۔ (۲) دوسری بات یہ کہ اس پر جرح مفسر ہو۔ ابوشیبہ پر جرح مفسر صرف شعبہ نے کی ہے "کہ اس نے حکم سے ابن ابی لیلی سے روایت کیا ہے کہ جنگ صفین میں ستر بدری شریک تھے۔ شعبہ نے کہا یہ کذب ہے۔ خدا کی قسم! میں نے حکم سے مذاکرہ کیا تو ہم نے صفین میں خزیمہ کے سوا کوئی بدری نہ پایا۔ امام ذہبی فرماتے ہیں سبحان اللہ! وہاں علی حاضر تھے اور عمار شریک تھے" (میزان ص۴۷ ج۱) اب اس کی چارج شیٹ یہ ہے کہ ابوشیبہ نے حکم بن عتیبہ کے حوالہ سے شرکاء صفین میں اہل بدر کی گنتی غلط بتائی۔ تو ذہبی کے مطابق یہ غلطی تو خود حکم اور شعبہ سے بھی ہوئی۔ وہ کہتے ہیں کہ وہاں اہل بدر میں سے صرف خزیمہ تھے۔ حالانکہ حضرت علیؓ اور حضرت عمارؓ کا شریک صفین ہونا عوام بھی جانتے ہیں۔ اس لئے یہاں اگر کذب سے جھوٹ مراد لیا جائے تو صرف ابوشیبہ ہی ضعیف نہ ہوگا شعبہ اور حکم بھی اس سے بڑھ کر ضعیف ہوں گے۔ کیونکہ ان کا جھوٹ تو دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہے اور یہاں کذب سے خطا مراد لی جائے تو کوئی بھی ضعیف نہ رہے گا۔ اور کذب بھی خطاء کا اس قسم کی گفتگو میں رائج تھا۔ دو مثالیں عرض ہیں: (۱) بخاری شریف ص۱۳۶ پر ہے کہ محمد بن سیرین نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ رسول اقدس ﷺ نے کچھ دن قنوت نازلہ فجر کی نماز میں بعد رکوع پڑھی۔ عاصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا تو انہوں نے قبل الرکوع کا ذکر کیا۔ میں نے کہا فلاں (محمد بن سیرین) تو بعد الرکوع کہتے ہیں۔ فقال کذب (بخاری) یہاں کذب کا معنی جھوٹ کریں تو محمد بن سیرین کی تمام روایات کو موضوع کہنا پڑے گا۔ اس لئے سب علماء یہاں

جواب:

۱ حاملِ فقہ سے مراد، اوکاڑوی صاحب نے حاملِ حدیث لیا ہے، جیسا کہ ان کی بریکٹ ''محض محدث'' سے ظاہر ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ حدیث والا (محدث) ہی فقیہ ہوتا ہے۔

اوکاڑوی صاحب!

فقہاء کی دو قسمیں ہیں: ۱: فقہائے حدیث یعنی محدثین کرام ۲: فقہائے اہل الرائے

فقہائے اہل الرائے چونکہ بقول عمر رضی اللہ عنہ اعداء السنن ہیں (اعلام الموقعین وغیرہ) لہٰذا صحیح فقہاء صرف اور صرف محدثین کرام ہی ہیں، اوکاڑوی صاحب کا آلِ دیوبند، حسن بن زیاد لولوی، بشر بن غیاث مریسی، محمد بن الحسن الشیبانی اور زاہد الکوثری وغیرہم کو فقہاء سمجھنا کذب محض اور ابطل الاباطیل ہے۔

جن لوگوں کے نزدیک فقیہ کی نشانی یہ ہو کہ وہ نماز صحیح نہ پڑھے (دیکھئے تقریر الترمذی ص ۱۱، سطر ۱۱ تا ص ۴)

جن لوگوں کے نزدیک فقیہ وہ ہے جو دوسروں کو دھوکا دے، دیکھئے حسن العزیز (ص ۳۶۳ ملفوظ نمبر ۴۲۶)

جن لوگوں کے نزدیک فقیہ وہ ہے جو حیلوں کو جائز قرار دے، ان لوگوں کو شرم آنی چاہئے کہ وہ فقہاءِ حدیث یعنی محدثین کرام کے مقابلے میں اپنے کذاب و دجال، اہل الرائے کے نام نہاد ''فقہاء'' کو پیش کرتے ہیں، ان نام نہاد فقہاء کے بارے میں وہ حدیث صادق آتی ہے کہ: '' **فیبقی ناس جهال ، يستفتون فيفتون برأيهم فيضلون ويضلون** '' پس جاہل لوگ رہ جائیں گے، ان سے لوگ مسئلے پوچھیں گے تو وہ اپنی رائے سے فتوے دیں گے، وہ خود (بھی) گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو (بھی) گمراہ کردیں گے۔ (صحیح بخاری: ح ۷۳۰۷)

رہے فقہاء محدثین تو یہی اہلِ حق اور طائفہ منصورہ ہیں، والحمدللہ

۲ یہ روایت بلحاظِ سند ثابت نہیں ہے جیسا کہ **اللمحات إلى ما في أنوار الباري من الظلمات** میں مفصل درج ہے۔ محدثین کو پنساری اور اہل الرائے اعداء السنن کو عطار قرار دینا دیوبندی افتراءات و اکاذیب کا بہت بڑا نمونہ ہے، والعیاذ باللہ

۳ ایک محدث بھی مقلد نہیں تھا، ان میں سے کسی محدث نے نہ اپنے آپ کو مقلد کہا اور نہ اپنے استاد کو

مقلد کہا، بلکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" فهم على مذهب أهل الحديث ، ليسوا مقلدين " الخ

پس وہ (محدثین) اہلِ حدیث کے مذہب پر ہیں، وہ کسی کے بھی مقلد نہیں ہیں۔ (مجموع فتاوی: ج ۲۰ ص ۴۰)

اوکاڑوی صاحب کے ممدوح اشرف علی تھانوی صاحب سے پوچھا گیا کہ:

"تقلید کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا: "تقلید کہتے امتی کا قول ماننا بلا دلیل، عرض کیا: کیا اللہ اور رسول کے قول کو ماننا بھی تقلید کہلائے گا؟ فرمایا کہ: اللہ اور رسول کا حکم ماننا تقلید نہ کہلائے گا وہ اتباع کہلائے گا۔"

(الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ: ج ۳ ص ۱۵۹ ملفوظ: ۲۲۸)

۴ طبقات حنابلہ، شافعیہ وغیرہ میں کسی راوی کا درج ہونا علیحدہ بات ہے اور مقلد ہونا علیحدہ، طبقاتِ حنابلہ، شافعیہ، مالکیہ وحنفیہ کے مصنفین وغیرہم نے لوگوں کو اس لئے اپنی کتابوں میں درج نہیں کیا کہ وہ مقلدین تھے، بلکہ استادی شاگردی اور اصول میں موافقت کی وجہ سے حنفی، شافعی وغیرہ کہہ دیا ہے۔ بہت سے حنفی علماء نے اس بات کی صراحت کر رکھی ہے کہ تقلید کرنا ناجائز ہے، مثلاً

۱: طحاوی (لسان المیزان وغیرہ) ۲: زیلعی (نصب الرایہ وغیرہ) ۳: عینی (البنایہ)

بہت سے علماء بصراحتِ حنفیہ غیر مقلد تھے مثلاً قاضی ابو یوسف، محمد الشیبانی وغیرہما، بہت سے علماء جو بذاتِ خود مجتہد اور غیر مقلد تھے مثلاً شافعی، احمد وغیرہما، ان کا تذکرہ انہی طبقات میں موجود ہے، کیا یہ بھی مقلدین تھے؟

ایک ہی عالم کو کئی طبقات والوں نے اپنے اپنے طبقہ میں ذکر کیا ہے، کیا ایسے علماء بیک وقت حنفی + شافعی + حنبلی یا مالکی تھے؟

بہت سے علماء نے یہ اعلان کر رکھا ہے کہ:

" وقد نقل أبو بكر القفال و أبو علي و القاضي حسين من الشافعية أنهم قالوا : لسنا مقلدين للشافعي بل وافق رأينا رأيه "

اور ابوبکر القفال، ابوعلی، قاضی حسین، جو کہ شافعیوں میں سے تھے، سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا: ہم شافعی کے مقلد نہیں ہیں، ہماری رائے اس کی رائے کے موافق ہوگئی ہے۔ (تقریرات الرافعی: ۱۱/۱)

نیز دیکھئے التقریر والتحبیر: ج ۳ ص ۴۵۳، النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر لعبدالحیٔ لکھنوی: ص ۷)

اوکاڑوی صاحب!

ذرا طبقات مقلدین والی کتاب نکالو جسے کسی مستند وثقہ محدث نے لکھا ہے، تا کہ ہم یہ دیکھ سکیں کہ امتِ مسلمہ میں کیا ایک بھی ثقہ انسان مقلد ہوا ہے یا؟ آپ کو طبقات المقلدین تو نہ ملے گی، کتاب الرد علی المقلدین مل سکتی ہے دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۳۲۹/۱۳) وغیرہ۔

امام ابن عبدالبر وغیرہ نے مقلد کو علماء کے گروہ سے خارج قرار دیا ہے، دیکھئے اعلام الموقعین (۷/۱ وغیرہ)

راقم الحروف کا قاری چمن محمد دیوبندی مماتی سے تقلید پر مناظرہ ہوا تھا، اس کی ویڈیو کیسٹ ''مدرسہ اشاعت القرآن حضرو، ضلع اٹک'' سے منگوائیں۔

راقم الحروف نے چمن صاحب کے ایک خط کے جواب میں ایک طویل مضمون ''البوارق المرسلۃ علی ظلمات تبصرہ'' لکھا تھا، جس کا وہ بے چارہ تو جواب نہ دے سکا آپ اس سے منگوا کر جواب لکھ دیں۔اور حوالے چھوڑیئے ''ھدایہ کالقرآن'' (۱۳۲/۳) کتاب ادب القاضی حاشیہ نمبر ۶ میں لکھا ہوا ہے کہ:

"یحتمل أن یکون مراده بالجاهل المقلد"

اس کا احتمال ہے کہ صاحب ہدایہ کی جاھل سے مراد مقلد ہو۔

اوکاڑوی صاحب! ''طبقات مقلدین'' نامی کتاب سے اپنے علماء دیوبند کے نام پیش کرو، پھر امام پر وہ فتوی لگا دو جو سلطان باھو نے لگایا ہے، کما تقدم: ص 32

۵ کپڑا بیچنا کون سے فقہ دیوبند کے ذریعے حرام یا ناپسندیدہ ہے؟

امام ابوحنیفہ کا کون سا پیشہ تھا؟ ذرہ اپنے مفتی عزیز الرحمن دیوبندی کی کتاب ''الامام اعظم ابوحنیفہ'' کا ص ۴۸ کسی استاد سے پڑھ لیں، نیز دیکھئے عام کتب مناقب ابی حنیفہ

الحمدللہ میں حلال روزی کماتا ہوں، اوکاڑوی اینڈ پارٹی کی طرح لوگوں کے ٹکڑوں پر پلا نہیں ہوں، اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے مگر اس پر اکتفا کرتا ہوں۔

۶ ابن حجر رحمہ اللہ کا مقلد ہونا ثابت نہیں، بلکہ تقریب وغیرہ کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ غیر مقلد تھے، دیکھئے ترجمہ ابراہیم بن ابی یحیی، تہذیب وتقریب۔

۷ یاد رہے کہ متروک اور مجہول راوی کی روایت بھی موضوع ہوسکتی ہے، دیکھئے ''الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة'' ص۴۳ وغیرہ، لعبدالحیٔ لکھنوی

امام ذہبی رحمہ اللہ ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

"أحسبه موضوعاً وعمرو و شيخه متروكان"

میں اسے موضوع سمجھتا ہوں، عمرو (بن الحصین) اور اس کا استاد دونوں متروک ہیں۔

(تلخیص المستدرک:۱۳۸/۳)

راوی کا متروک ہونا اس کے کذاب ہونے کے منافی نہیں ہے، مثلاً امام دارقطنی فرماتے ہیں:

"إسحاق بن وهب الطهرمسي، من قرى مصر، كذاب، متروك، يحدث بالأباطيل عن عبدالله بن وهب وغيره" (الضعفاء والمتروکون: ص۱۴۷ ت۱۰۱)

۸ درج بالا تفصیل کی رو سے یہ دعوی باطل ہے کہ موضوع صرف بارھویں طبقے کی روایت ہی ہوتی ہے۔ بلکہ بعض اوقات ضعیف راوی کی روایت بھی موضوع ہوتی ہے، مثلاً ثابت بن موسی الزاہد کی حدیث: ''من كثرت صلاته بالليل حسن وجهه بالنهار'' وغیرہ۔

۹ اس کا جواب انوار مصابیح میں موجود ہے ص۱۸۲، مگر حیاتی صاحب اُگلے ہوئے نوالے چبا رہے ہیں، محکمۂ قضا میں کسی کا عادل ہونا روایتِ حدیث میں عادل ہونے کے مترادف نہیں ہے۔ عدل فی القضاء تو بعض غیر مسلموں کا بھی مشہور ہے، کیا وہ بھی ثقہ ہیں؟

دوسرے یہ کہ ترجیح ہمیشہ جمہور محدثین کرام (جو کہ فقہاءِ اسلام ہیں) کو ہی حاصل ہے، اس بات کا اعتراف کئی دیوبندیوں کو بھی ہے مثلاً دیکھئے احسن الکلام وغیرہ۔

۱۰ شعبہ وحکم تو بالاتفاق ثقہ ہیں، رہا ابوشیبہ تو وہ کذاب، متروک وضعیف ہے۔

شعبہ وحکم کے درمیان جو مذاکرہ ہوا تھا جس میں حکم صرف خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کا نام ہی بتا سکے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ علی رضی اللہ عنہ وعمار رضی اللہ عنہ کے علاوہ خزیمہ رضی اللہ عنہ شامل تھے، علی وعمار رضی اللہ عنہما کا شامل ہونا شعبہ وحکم کے علم سے خارج سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ یہ دونوں صحابی مشہور بدری صحابی ہیں اور جنگ کے سربراہوں میں سے ہیں، ان کی شمولیت اوکاڑوی جیسے جاہلوں کو معلوم ہے تو

کیا حکم وشعبہ کو معلوم نہ تھی؟

حکم وشعبہ نے غیر مشہور صحابیوں کی نفی کی ہے جو کہ بدری تھے سوائے خزیمہ رضی اللہ عنہ کے۔
اوکاڑوی صاحب اور آلِ دیوبند سے درخواست ہے کہ باقی (٦٧) بدری صحابہ کے نام مع حوالہ لکھیں اور صفین میں ان کا شامل ہونا ثابت کریں تاکہ ابوشیبہ کو کذاب کے خانے سے نکال کر متروک کے خانے میں داخل کیا جاسکے!

⑪ کذب کا معنی خطاء بھی ہے اور جھوٹ بھی لیکن اس کا معنی یہ نہیں کہ ہر کذاب راوی صرف خطئی ہی ہوتا ہے جھوٹا نہیں ہوتا، قرینے کے ساتھ اس کا معنی خطاء کیا جاسکتا ہے مگر ابوشیبہ جیسے رجل مذموم (قابل مذمت آدمی) کے بارے میں کوئی قرینہ نہیں لہذا وہ کذاب یعنی جھوٹا ہی رہے گا۔

(11)

الخیر ٣٧ عائز ترویح

کذب کا معنی اخطاء کرتے ہیں کہ ان سے چوک ہوگئی۔ (٢) اسی طرح ابوداؤد' ترمذی میں ہے کہ وتر کے ایک مسئلہ کے ذکر میں حضرت عبادہؓ نے فرمایا کذب ابو محمد۔ یہ ایک اجتہادی اختلاف ہے۔ یہاں اگر کذب کا معنی جھوٹ لیا جائے تو حضرت ابو محمدؓ کو جو بدری صحابی ہیں واضح احادیث کہا جائے گا۔ اس لئے سب نے یہاں اخطاء کا معنی مراد لیا ہے۔ اب آپ کے لئے دو ہی راستے ہیں۔ اگر شرکاء صفین کے بارہ میں ان تینوں کے بیان کو جھوٹ قرار دیں تو تینوں کو جھوٹا قرار دیں اور اگر چوک قرار دیں تو تینوں سے درگزر فرمائیں۔ پھر یہ چارج شیٹ بھی کوئی واضح نہیں۔ بقول شعبہ ابوشیبہ نے کہا کہ حکم نے ابن ابی یعلی سے بیان کیا کہ جنگ صفین میں ٧٠ بدری شریک تھے۔ اب شعبہ نے یہ نہیں کہا کہ میں نے حکم بن عتیبہ سے پوچھا تھا کہ کیا تو نے ابوشیبہ کو یہ بات کہی تھی۔ اور وہ کہتا کہ بالکل جھوٹ ہے تو پھر اعتراض ہوتا۔ جبکہ شعبہ نے سرے سے حکم سے یہ پوچھا ہی نہیں۔ پھر یہ کہ حکم بن عتیبہ دو ہیں۔ ایک قاضی حکم بن عتیبہ' ایک فقیہ حکم بن عتیبہ۔ تو آپ متعین کریں کہ قاضی ابوشیبہ نے یہ روایت قاضی حکم بن عتیبہ سے کی تھی یا فقیہ حکم بن عتیبہ سے اور یہ بھی ثابت کریں کہ شعبہ نے اسی حکم بن عتیبہ سے مذاکرہ کیا تھا جس سے ابوشیبہ نے یہ روایت لی تھی۔ پھر یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ شعبہ ابوشیبہ کا شاگرد ہے اور ابوشیبہ استاد ہے۔ چنانچہ تہذیب میں ہے: وعنہ شعبہ وھو اکبر منہ کہ ابوشیبہ سے شعبہ بھی روایت کرتے ہیں اگرچہ شعبہ عمر میں اس سے بڑے ہیں۔ اور تہذیب میں ہی لکھا ہے کہ شعبہ صرف ثقہ راویوں سے روایت کرتا ہے۔ تو جرح ہی ختم ہوگئی۔ اب وہ دسویں طبقہ کا راوی ہی نہ رہا۔ یہ بھی بات قابل غور ہے کہ یہی امام شعبہ جب آہستہ آمین کی حدیث روایت کرتے ہیں تو غیر مقلدین کہتے کہ اس ایک حدیث میں شعبہ نے چار غلطیاں کی ہیں' سند میں بھی اور متن میں بھی۔

انصاف کو آواز دو : بیس رکعت تراویح کی جس حدیث پر اتنی لے دے ہو رہی ہے اس کی سند یہ ہے: ابوشیبہ عن حکم عن مقسم عن ابن عباس۔ بالکل اسی سند سے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پر فاتحہ پڑھی یہ حدیث صادق سیالکوٹی نے صلوۃ

الرسول میں لکھی ہے۔ اور صلوۃ الرسول پر (۱) مولانا داؤد غزنوی (۲) مولانا اسماعیل سلفی گوجرانوالہ (۳) مولانا عبداللہ ثانی امرتسری، (۴) مولانا نور حسین گرجاکھی، (۵) مناظر اسلام مولانا رحم دین ککھڑوی، (۶) مولانا محمد گوندلوی کی تقریظات ہیں جن میں اس کتاب کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملائے ہیں۔ اس کے علاوہ روزنامہ ڈان کراچی، روزنامہ انقلاب لاہور، ہفت روزہ آفاق

جواب:

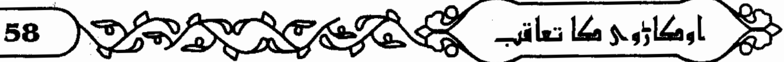
۱ صحیح تشریح تو میں نے بیان کردی ہے، دیکھئے (۱۰ اکا نمبر ۱۰) مگر نہ مانوں کا میرے پاس فی الحال کوئی علاج نہیں ہے، اب میرے سامنے صرف ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ اوکاڑوی صاحب کذاب ومتروک ہیں، لہذا جس روایت میں ان کا تفرد ہو وہ ''موضوع'' ہی ہے۔

۲ پتہ نہیں کہ اوکاڑوی صاحب نے کس سکول میں پڑھا ہے؟ انہیں راوی کے تعین کا علم ہی نہیں ہے، جناب والا!

راوی کا تعین اس کے شیوخ وتلامیذ سے ہوتا ہے اور دیگر قرائن سے بھی، ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان الواسطی کا استاد الحکم بن عتیبہ الکندی ابو محمد ہے۔ دیکھئے تہذیب الکمال (ج ۵ ص ۹۴، ۹۵ وغیرہ) و تہذیب التہذیب وغیرہما، الحکم بن عتیبہ بن النہاس العجلی نہیں، العجلی سے تو سرے سے کوئی روایت ہی نہیں جیسا کہ مزی رحمہ اللہ وعسقلانی نے صراحت کر رکھی ہے۔ اوکاڑوی صاحب اس معمولی بات سے بھی جاہل ہیں مگر اپنے آپ کو ایک بڑے ''دیوبندی عالم'' کی حیثیت سے متعارف کرانا چاہتے ہیں۔

۳ اوکاڑوی شعبدہ بازی سے جرح کا ختم ہوجانا ناممکن ہے، ہاں یہ مؤدبانہ درخواست ہے کہ شعبہ کی وہ روایت کسی حدیث کی کتاب سے پیش کریں جو انہوں نے ابوشیبہ مذکور سے بیان کر رکھی ہے اور یہ بھی ثابت کریں کہ یہ تحدیث اس جرح کے بعد ہے جو کہ شعبہ سے ثابت ہے، اذ لیس فلیس

۴ شعبہ کی روایتِ مذکورہ کو وہم وخطاء قرار دینے والے امام بخاری، امام ابوزرعہ، امام دارقطنی، امام بیہقی وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین ہیں، دیکھئے القول المتین ص ۲۸ وغیرہ، لہذا ثابت ہوا کہ یہ محدثین کرام اوکاڑوی دیوبندی صاحب کے نزدیک غیر مقلدین تھے، والحمد للہ



لطیفہ: ایک غالی دیوبندی محمد پالن حقانی گجراتی نے ایک کتاب لکھی ہے ''شریعت یا جہالت'' جس پر محمد زکریا تبلیغی، ابوالحسن الندوی اور حبیب الرحمٰن کی تصدیقات ہیں اس کتاب میں یہ دیوبندی لکھتا ہے:

''بڑی شرم کی بات ہے کہ ہمارے زمانے میں بعض لوگ فساد، بغض، عناد اور فرقہ پرستی کے جھگڑوں میں مبتلا ہوگئے ہیں اپنی پیٹ بھرائی کے لئے دوسروں کو لہابی، وھابی، بدعتی، گمراہ، کافر، غیر مقلد وغیرہ کہتے پھرتے ہیں ایسے لوگ نفس پرست ہوتے ہیں ان کو مذہب کا اور مسلمانوں کی بربادی کا کچھ بھی خیال نہیں ہوتا، اور جہاں پر ان کے وعظ ہوتے ہیں وہاں پر سوائے آگ لگانے کے اور لوگوں کو لڑانے کے علاوہ کچھ بھی نصیحت نہیں ہوتی'' (شریعت یا جہالت: ص ۱۰۸، مطبوعہ مکتبہ خلیل لاہور، وص ۱۰۲ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، نیز دیکھئے ص ۱۳۴، ونسخہ ثانی: ص ۱۱۵)

خلاصہ یہ ہے کہ پالن صاحب، زکریا صاحب، ندوی صاحب وغیرہم کے نزدیک اوکاڑوی صاحب نفس پرست، فسادی، بغیض، معاند اور فرقہ پرست ہیں۔ اوکاڑوی صاحب کو مذہب اور مسلمانوں کی بربادی کا کچھ بھی خیال نہیں ہے۔

۵ یہ روایت اس وجہ سے موضوع نہیں ہے کہ اس کے بہت سے شواہد ہیں۔ (دیکھئے صلاۃ الرسول ص ۴۶۶ تحقیقی و کتب حدیث، حکیم محمد صادق سیالکوٹی صاحب نے اس روایت سے پہلے صحیح بخاری کی روایت پیش کی ہے، جو کہ بالکل صحیح ہے اور ''إنهــا سنة'' کی وجہ سے مرفوع ہے، ابوشیبہ کی روایت اس روایت کا شاہد و مؤید ہے، ظاہر ہے کہ اگر ایک روایت بالکل صحیح ہو تو اس کی تائید میں کمزور روایت پیش کرنا حرام و ممنوع نہیں ہے۔ (تاہم ہمارے نزدیک یہ راویت پیش نہ کرنا اور صحیح بخاری والی روایت سے استدلال کرنا ہی راجح ہے)

(12)

لاہور' ماہنامہ صحیفہ کراچی' روزنامہ احسان لاہور' روزنامہ زمیندار لاہور' روزنامہ نوائے پاکستان لاہور' ماہنامہ الفراء لاہور' ہفت روزہ الاعتصام لاہور' ہفت روزہ نوائے ملت مردان' پندرہ روزہ نور توحید لکھنؤ' ماہنامہ فاران کراچی' روزنامہ نوائے وقت لاہور' ماہنامہ ترجمان دہلی کے تبصرے بھی ہیں۔ مگر اس کپڑا فروش نے ان میں سے کسی کو شعبدہ باز قرار نہیں دیا۔ حالانکہ سند ایک ہونے کے بعد اہم فرق یہ ہے کہ بیس تراویح کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور فاتحہ علی الجنازہ کو تلقی بالرد۔ جیسا کہ امام مالک کا فرمان المدونہ میں ہے۔

جسارت : مصنف عبدالرزاق خیرالقرون میں ایک ضخیم کتاب حدیث کی جمع کی گئی۔ یہ عبدالرزاق امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد اور امام بخاری کے دادا استاد ہیں۔ یہ کتاب گیارہ بڑی بڑی جلدوں میں ہے۔ اس کے سب راوی خیرالقرون کے راوی ہیں۔ مگر یہ کپڑا فروش اس ساری کتاب کو ضعیف اور ناقابل اعتماد قرار دے رہا ہے کہ مصنف کا راوی الدبری ضعیف اور مصحف ہے

(ص ۶۸) حالانکہ ہمیشہ محدثین اس کتاب سے استفادہ کرتے چلے آ رہے ہیں۔

بدحواسی : غیر مقلدین آٹھ رکعت تراویح باجماعت کو سنت موکدہ کہتے ہیں۔ مگر اس کے نزدیک گیارہ رکعت سنت رسول اللہ' سنت خلفاء راشدین اور سنت صحابہ ہے (ص ۲۳) اور کہیں ۸+۳ لکھتا ہے۔ ص ۳ پر تو لکھتا ہے کہ تراویح اور وتر ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں اور یہاں ۸ تراویح اور ۳ وتر کو دو الگ الگ نمازیں تسلیم کر رہا ہے اور جب غیر مقلدین کے نزدیک وتر درحقیقت ایک رکعت ہے تو ایک رکعت پڑھنے سے تراویح' تہجد' وتر سب کچھ ادا ہوگیا۔ جتنی برائے نام دلیلیں اس نے نقل کی ہیں ان سب میں وتر الگ نماز ہے۔ جب کہ اس کے نزدیک یہ الگ نماز نہیں۔

دلائل پر نظر : (۱) پہلی دلیل مسلم ص ۲۵۴' ج ۱ سے نقل کی ہے جس میں دس رکعت تہجد اور ایک وتر کا ذکر ہے۔ (۲) دوسری دلیل بھی عائشہ سے بخاری ص ۲۶۹' ج ۱ کے حوالہ سے ذکر کی ہے۔ مولف کے نزدیک ان گیارہ رکعتوں میں بھی ایک وتر ہے۔ تو دس رکعت تہجد کی ہوئیں۔ (۳) حدیث جابرؓ ص ۱۰ آٹھ رکعت اور وتر کا ذکر ہے جس سے یہ تو معلوم ہوا کہ ایک نماز وتر تھی' دوسری آٹھ رکعت کونسی نماز تھی' تہجد یا تراویح' اس کی وضاحت نہیں۔ اگر یہ تراویح ہو تو امت کا اتفاق ہے کہ اس پر استقرار نہیں ہوا تو سنت نہ ہوئی۔ (۴) حدیث ابی بن کعبؓ پوری عبارت نقل نہیں کی اور فکانت سنۃ الرضا کا ترجمہ کیا ہے۔ پس یہ رضا کی سنت بن گئی۔ اس پر بھی نہ

۲۸۹

الخیر ۳۹

استقرار ہوا اور نہ اس کی صحت متفق علیہ ہے (۵-۶-۷) دور فاروقی میں گیارہ۔ یہاں بھی دو نمازیں ہوئیں۔ ایک ہونے کا دعویٰ بالکل جھوٹ نکلا۔ ان گیارہ میں بھی ایک وتر اور دس تراویح مولف کے نزدیک ہوں گی۔ اور یہ بات متفق علیہ امت میں ہے کہ اس پر استقرار نہیں ہوا۔ تو سنت نہ ہوئی۔ استقرار بیس رکعت پر ہوا تو سنت وہی بنی۔ یہاں دلیل نمبر ۷ پر مولف نے لکھا ہے سیوطی نے لکھا ہے: بسند فی غایۃ الصحۃ (الحاوی ص ۳۵۰) مگر اس کپڑا فروش کو نظر ٹیسٹ کرانی چاہئے۔ یہ کلام سبکی کا ہے' سیوطی محض ناقل ہے۔ پھر سبکی نے اس سے پہلے یہ بھی لکھا ہے کہ بیس رکعت عہد فاروقی میں صحیح سند سے ثابت ہیں۔ دونوں کو صحیح ماننے کے بعد آخری فیصلہ بیس رکعت تراویح پر عہد فاروقی میں استقرار ہوا (الحاوی ص ۳۵۰' ج ۱) یہ بات ایسی ہے کہ کوئی شخص کہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا نہایت صحیح سند سے ثابت ہے اور یہ بھی لکھے کہ بیت اللہ کی طرف نماز پڑھنا بھی ثابت ہے۔ پھر کہے کہ استقرار بیت اللہ شریف کی طرف نماز پڑھنے پر ہوا۔ اب کوئی عیسائی یا یہودی صرف اتنا نقل کردے کہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا نہایت صحیح سند سے ثابت ہے اور نہ یہ بتائے کہ اس نے بیت اللہ کی طرف نماز پڑھنے کو بھی صحیح لکھا ہے اور نہ ہی یہ بتائے کہ استقرار اس نے بیت اللہ شریف کی طرف نماز پڑھنے پر نقل کیا ہے تو حوالہ دینے کا یہ طریقہ کس قدر دجل و فریب پر مبنی ہے۔

جواب :

(۱) اس بات کو ہرگز تلقی بالقبول حاصل نہیں ہے کہ بیس رکعات تراویح سنتِ موکدہ ہے، خود آلِ دیوبند کے بہت سے اکابر آٹھ کو سنت اور بیس کو مستحب (یعنی نفل وغیرہ) سمجھتے ہیں۔

لطیفہ: درج ذیل لوگوں نے آٹھ رکعات تراویح کا سنتِ رسول اللہ ﷺ ہونا تسلیم کیا ہے۔

۱: ابن ھمام (فتح القدیر والبحر الرائق: ج۲ص ۶۶، ۶۷)

۲: ابن نجیم (السابق باقرارہ)

۳: طحطاوی (حاشیہ علی الدر المختار: ج۱ص ۲۹۵وقال:

" لأن النبي ﷺ لم يصلها عشرين بل ثماني " الخ

کیونکہ بے شک نبی ﷺ نے بیس نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ پڑھی ہیں۔

تنبیہ:

اس کے بعد طحطاوی نے یہ جھوٹ لکھ رکھا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بیس پڑھیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کی موافقت کی۔

۴: محمد احسن نانوتوی (حاشیہ کنز الدقائق: ص۳۶ حاشیہ نمبر۴)

۵: انور شاہ کشمیری، وغیرہم

۲ امام شافعی وامام احمد، جنازہ میں فاتحہ کے قائل وفاعل ہیں۔ (الافصاح عن معانی الصحاح: ج۱ص ۱۶۹وغیرہ) بلکہ ابن ھبیرہ نے امام مالک وامام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کے علاوہ اس پر " وأجمعوا " یعنی اجماع نقل کیا ہے یعنی جس بات کو جمہور کا تلقی بالقبول حاصل ہے اسے اوکاڑوی صاحب "تلقی بالرد" کہہ رہے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون

۳ الدبری کا ضعیف (عن عبدالرزاق فیما خالف من هو أوثق منه) ہونا، راقم الحروف نے اسماء الرجال کی معتبر کتابوں سے ثابت کر دیا ہے، دیکھئے تعداد رکعاتِ قیام رمضان: ص۶۸، ۶۹

اوکاڑوی صاحب کا اب کام یہ ہے کہ وہ مناظرے، تقاریر اور تلبیسات چھوڑ کر الدبری کا ثقہ ہونا ثابت کریں، وہ اس سلسلے میں اپنے شہداء (یعنی شرکاء) کو بھی ملا سکتے ہیں۔

۴ یہ مراراً (بار بار) ثابت کیا جا چکا ہے کہ وتر، تراویح، تہجد، قیام لیل، قیام رمضان ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں، مثلاً دریائے اٹک، اباسین، سین، دریائے سندھ ایک ہی دریا کے مختلف نام ہیں، ہوسکتا ہے کہ اوکاڑوی صاحب ان چاروں ناموں کی وجہ سے انہیں چار دریا سمجھتے ہوں۔

۵ دیکھئے جواب سابق

٦ حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے متعدد علماء نے آٹھ رکعات تراویح ثابت کی ہے، رمضان میں اگر رسول اللہ ﷺ نے تہجد کی نماز باجماعت پڑھائی تھی تو تراویح کس وقت پڑھی تھی؟

یہ سچ ہے کہ ملا آن باشد کہ چپ نہ شود، پر عمل کرتے ہوئے اوکاڑوی صاحب نے چپ نہ رہنے کی گویا قسم اٹھا رکھی ہے حالانکہ وہ مقلد ہیں اور مقلد کے لئے سیوطی صاحب کا مشورہ ہے کہ:

" شرط المقلد أن یسکت ...... وإن خاض المقلد في المحاجة فذلک منه فضول "

یعنی مقلد کے لئے یہ شرط (لازم) ہے کہ وہ چپ رہے......اور اگر مقلد، بحث مباحثہ میں شامل ہو کر حجت ودلائل بیان کرے تو یہ اس کے لئے فضول ہے۔ (الحاوی: ج ۲ ص ۱۱۶، اتمام النعمۃ فی اختصاص الاسلام بھذہ الامۃ)

٧ امت کے اتفاق سے یہاں مراد اوکاڑوی صاحب وآلِ دیوبند وامثالہم کا اتفاق ہے اور بس!

٨ پوری حدیث کے نقل نہ کرنے کی وجہ صرف اور صرف اختصار ہے، اس کا کوئی حصہ ہمارے خلاف نہیں والحمدللہ

٩ نمازیں دو نہیں ہوتیں بلکہ ایک ہی نماز ہے صرف آپ کو جمع تفریق اور حساب نہیں آتا۔

لطیفہ:

مقلدین حضرات اتنے بڑے جاہل ہوتے ہیں کہ جس کی انتہا نہیں۔

محمد عبدالقدوس خان قارن دیوبندی حیاتی، مدرس "نصرۃ العلوم" گوجرانوالہ نے مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کے رد میں واویلا کرتے ہوئے ایک کتاب لکھی ہے "مجذوبانہ واویلا"

اثری صاحب نے آلِ دیوبند پر رد کرتے ہوئے بتایا تھا کہ امام ابوحنیفہ کی نماز جنازہ (بقول کتبِ مناقب) وفات والے دن چھ (٦) مرتبہ پڑھی گئی۔ اور پھر قبر پر بیس دن تک یہ نماز ہوتی رہی۔ (لہذا ثابت ہوا کہ دیوبندیوں کا یہ مذہب بالکل باطل ہے کہ دوبارہ جنازہ پڑھنا غلط ہے)

اس کا جواب دیتے ہوئے سرفراز خان صفدر کا یہ جاہل بیٹا لکھتا ہے کہ:

"اور دوسری بات کرنے میں تو اثری صاحب نے بے تکی کی حد ہی کر دی جب وہ ذرا ہوش میں آئیں تو ان سے کوئی پوچھے کہ کیا امام صاحب کے جنازہ میں صرف احناف شریک تھے؟ دیگر مذاہب (مالکی، شافعی اور

حنبلی وغیرہ) کے لوگ شریک نہ تھے، جب وہ لوگ شریک تھے اور ان کے نزدیک قبر پر جنازہ پڑھنا درست ہے اور انہوں نے اپنے مذہب کے مطابق عمل کیا تو اس پر اعتراض کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے؟"

(مجذوبانہ واویلا: ص۲۸۹ طبع اول جون ۱۹۹۵ء)

تنبیہ: بریکٹ اور بریکٹ کے اندر جو کچھ لکھا ہوا ہے وہ قارن کا لکھا ہوا ہی ہے۔

اعتراض یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے (تقریب التہذیب: ص ۱۶، اکمال فی اسماء الرجال: ص۴۲ وعام کتبِ رجال) اور امام شافعی رحمہ اللہ (امام ابوحنیفہ کی وفات کے بعد) ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ (تقریب: ص۲۸۹، اکمال: ص۴۱ وعام کتبِ رجال)

قارن صاحب! ذرا یہ تو بتائیں کہ امام شافعی وامام احمد رحمہما اللہ کے مزعوم مقلدین، جو امام ابو حنیفہ کی وفات کے سالوں بعد پیدا ہوئے، اپنی پیدائش سے پہلے، اپنی ارواح کو مثالی اجسام میں متشکل کر کے کس طرح آ گئے تھے؟

سچ یہ ہے کہ قارن صاحب نے جھوٹ کا بھی "لک" توڑ دیا ہے۔

امید تو یہی ہے کہ وہ میری یہ عبارت پڑھ کر بے ہوش ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ جب وہ ہوش میں آئیں تو کوئی ان سے پوچھے کہ اپنی ولادت سے پہلے آ کر جنازہ پڑھنے والوں پر امام صاحب کے شاگردوں نے جو انکار کیا تھا وہ تاریخ یا ان کتبِ مناقب سے ثابت کریں، جن کتبِ مناقب کو وحی الٰہی سمجھ کر یہ کوثری گروپ دن رات پروپیگنڈا کرتا رہتا ہے۔

۱۰ آپ کا از حد "شکریہ" تاہم سیاقِ کلام سے یہی ظاہر ہے کہ سیوطی بھی سبکی کا مؤید ہی ہے، واللہ اعلم سیوطی کی یہ عادت بھی ہی ہے کہ نقول میں اپنی طرف سے تشریحی نوٹ بھی لکھ دیتے ہیں لہذا یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ان کا ہی کلام ہو۔

۱۱ یہ دعوی کہ عہدِ فاروقی میں لوگ، بیس رکعات تراویح سنتِ مؤکدہ سمجھ کر پڑھتے تھے، نہ تو سبکی نے لکھا ہے اور نہ سیوطی نے۔

۱۲ اسلام کے جو احکام منسوخ ہوئے ہیں وہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ہی منسوخ ہوئے ہیں اور ان کے نسخ کی دلیل قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

صرف ''تراویح'' کا ہی مسئلہ ایسا ہے کہ نبی ﷺ تو آٹھ رکعات پڑھتے تھے جیسا کہ حنفی و دیوبندی ''علماء'' کو تسلیم ہے، مگر آپ کی وفات کے بعد نا معلوم لوگوں نے اس سنت کو بقولِ اوکاڑوی منسوخ کر دیا، انا للہ وانا الیہ راجعون ، کیا دیوبندیوں کی عقل کا استعمال یہی مسئلہ ہے؟

لطیفہ:

دیوبندی حضرات مجھے کپڑا فروش کہہ کر مطعون کرتے اور خوب قہقہہ لگاتے ہیں ''مفتی'' اکرام الرحمٰن دیوبندی نے ایک کتاب لکھی ہے ''جماعت المسلمین، قرآن وسنت کی عدالت میں'' یہ کتاب محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی کی پسند فرمودہ ہے اور اس پر تقریظ: محمد امین اوکاڑوی صاحب نے بھی لکھی ہے ص ۱۱، یہ کتاب کراچی کے متعدد کتب خانوں پر دستیاب ہے مثلاً مکتبہ بنوریہ وغیرہ۔ اس کتاب کے ص ۶۱ پر ایک حدیث کے بارے میں مفتی صاحب لکھتے ہیں:

" وقال الأستاد زبير بن مجدد علي زئي : وإسناده حسن لشاهده الذى عندأحمد (۲۷۸/۵) وغيرهما "

یعنی استاد زبیر بن مجدد علی زئی نے کہا: یہ سند حسن ہے اس شاہد کی رو سے جو مسند احمد وغیرہ میں ہے۔

قارئین کرام!

دیوبندیوں نے مجھے استاد بلکہ الاستاد تسلیم کر کے حدیث کے فن میں میرا قول ان لوگوں (نام نہاد جماعت المسلمین) کے خلاف پیش کیا ہے جو کہ میرے سخت مخالف ہیں، سوال یہ ہے کہ جب انہوں نے یہ بات تسلیم کر لی تو پھر مجھے کپڑا فروش اور تقریب سے بھی ناواقف کہہ کر کیوں شور مچا رہے ہیں؟ ھل من مجیب؟

(13)

مطالبہ : جب آپ کے پیش کردہ حوالہ میں آگے یہ ثابت ہو گیا کہ عہد فاروقی میں استقرار بیس تراویح پر ہوا تو اس استقرار کے بعد آپ ایک ہی خلیفہ راشد' ایک ہی صحابی' ایک ہی تابعی کا نام بسند صحیح پیش کریں کہ وہ آٹھ پڑھ کر بھاگ جاتا تھا۔ جب آپ یہ ثابت نہ کر سکیں اور تا صبح قیامت ثابت نہیں کر سکیں گے تو اس بات کو آپ "اجماع" کا نام دیں گے یا کوئی اور نام دیں گے۔ اور اس استقرار کے بعد آٹھ رکعت کو خلاف سنت اور خلاف اجماع مانیں گے یا نہیں؟ ذرا مخالف سنت اور خارق اجماع کا حکم دلیل شرعی سے بیان فرمائیں!

رواۃ کی بحث : ہمارے ہاں راویوں کی بحث نہ متواترات میں ہے نہ مشہورات میں' بلکہ ان اخبار احاد میں بھی نہیں جن کو تلقی بالقبول کا شرف نصیب ہو۔ مگر غیر مقلدین کے مذہب میں یقین کا نام نشان نہیں۔ ہر ہر مسئلہ پہلی رات کے مختلف فیہ چاند کی حیثیت رکھتا ہے جس میں گواہ اور تعدیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کا دل چاہے گواہ پر عدم اعتماد کر کے روزہ توڑ دے۔ اس لئے ان کو راویوں کی بحث کا شوق چڑھا ہے۔ اور معیار صرف اور صرف حق پوشی ہے۔ ایک دو مثالیں

(۲۸۷)

ملاحظہ فرمائیں۔ (۱) لکھتا ہے علی بن الجعد تشیع کے ساتھ مجروح ہے (ص۲۸) ابن حجر نے لکھا ہے وہ صحیح بخاری اور ابوداؤد کا راوی اور ثقہ اور ثبت ہے' اس پر تشیع کا الزام ہے (تقریب ص۲۴۴) اور یعقوب بن عبداللہ شیعہ سے حدیث جابر لی ہے۔ جس سے امام بخاری نے ایک حدیث بھی باسند نہیں لی۔ اور نہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس سے کوئی حدیث لی ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں صدوق یہم سچا تھا مگر وہمی تھا۔ دیکھو ثقہ ثبت کی حدیث کو رد کرنا اور وہمی کی حدیث کو قبول کرنا کیا یہی دیانت ہے۔ پھر شیعہ کی وہ روایت مردود ہوتی ہے جو سنی موقف کے خلاف ہو۔ اور چونکہ استقرار بیس تراویح پر ہوا اس کے خلاف آٹھ رکعت سنی موقف کے خلاف شیعہ کی مردود روایت ہے۔ (۲) حفص بن غیاث اور اعمش کے بارہ میں لکھا ہے کہ وہ مدلس ہیں اور عن سے روایت کرتے ہیں۔ اس لئے ان کی احادیث مقبول نہیں۔ حالانکہ یہ دونوں صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں۔ اگر ان کی عن والی روایات صحاح ستہ سے نکال دی جائیں تو وہاں خاک اڑنے لگے گی۔ کیا زبیر علی صاحب سے امید ہے کہ وہ ان سینکڑوں احادیث کو صحاح ستہ سے نکال دیں۔ ہمیں انتظار رہے گا مگر وہ یہ کام نہیں کریں گے۔ اور ابن حبان' ابن خزیمہ اور فتح الباری میں جو روایات ہوں جن کی سند میں ان کا عنعنہ ہو نکال دیں۔ ہم دو ماہ کی مہلت دیتے ہیں۔ وہ ان تمام احادیث کو جھوٹا اور موضوع کہہ کر موضوعات پر ایک نئی کتاب تیار کریں۔

○ آخر میں اہل سنت بھائیوں سے اپیل ہے کہ وہ اس بات پر مضبوط رہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے درمیان امت ہی واسطہ ہے۔ دین کا جو حصہ باجماع امت ہمیں ملا وہ حجت قاطعہ ہے۔ اس میں کسی نئی تحقیق کی گنجائش نہیں اور جو حصہ ائمہ مجتہدین میں مختلف فیہ ہے وہ اختلاف قرات کی طرح رحمت واسعہ ہے۔ جس ملک میں جو قرات تلاوتاً متواتر ہوگی سب اسی پر عمل کریں گے۔ اسی طرح جس ملک میں مذاہب اربعہ میں سے جو مذہب عملاً متواتر ہوگا اسی پر عمل کریں گے۔ اس سے امت میں اتفاق بھی باقی رہتا ہے اور سنت پر عمل بھی ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ اور صحیح عمل کی توفیق عطاء فرمائیں۔ (تمام شد ، ناقل)

جواب:

❶ ص34 پر امام قرطبی رحمہ اللہ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ کثیر اھل العلم (بہت سے علماء) آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں، کیا صحابہ، تابعین " أھل العلم " کے زمرہ سے، اوکاڑوی صاحب کے نزدیک خارج ہیں؟ ابی بن کعب، تمیم داری، رضی اللہ عنہما لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھاتے تھے، السائب بن یزید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی گیارہ رکعات پڑھتے تھے جیسا کہ " تعداد رکعاتِ قیامِ رمضان " میں باحوالہ لکھ دیا گیا ہے کیا یہ صحابہ کرام علماء نہیں ہیں؟

کیا کسی ایک تابعی سے بھی یہ ثابت ہے کہ وہ بیس رکعات تراویح کو سنتِ مؤکدہ کہتا ہو یا سنتِ مؤکدہ کہہ کر پڑھتا ہو؟

۲ الحمد للہ مذہب اہل الحدیث سے مراد دین اسلام ہی ہے، ہمارا دین و مذہب، یقین و ایمان پر ہی قائم ہے، میں اور میرے تمام ساتھی علی الاعلان اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ مذہب اہل الحدیث ہی حق ہے، اس کے علاوہ باقی تمام مذاہب باطل ہیں چاہے وہ دیوبندیوں کا مذہب ہو یا شیعوں خارجیوں کا، والحمد للہ۔ ہمیں تو اپنے دین و مذہب کے مکمل سچا ہونے کا پورا پورا یقین ہے مگر آپ لوگ یعنی آلِ دیوبند یہ سمجھتے ہیں کہ دیوبندیوں کا مذہب درست ہے مگر اس میں خطاء کا احتمال ہے، دیکھئے وحدتِ امت ص ۱۶، مصنف: مفتی محمد شفیع دیوبندی، ناشر دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

۳ اصولِ حدیث کا ایک اتفاقی مسئلہ ہے کہ ثقہ کی روایت اگر اوثق کے خلاف ہو تو شاذ ہو کر مردود ہو جاتی ہے۔ (عام کتب اصول حدیث)

اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ اگر ایک روایت میں راوی مختلف فیہ ہو، کسی نے جرح اور کسی نے توثیق کی ہو، اس کی روایت اُس راوی کے مخالف ہو جو کہ بالاتفاق ثقہ ہے تو مختلف فیہ راوی کی روایت شاذ ہو کر مردود ہو جائے گی۔

اس اصول کی رو سے میں نے دیوبندیوں کو یہ سمجھایا کہ علی بن الجعد تو مختلف فیہ اور مجروح ہے (تعداد رکعات: ص ۲۸) لہٰذا مؤطا کی بالاتفاق صحیح الحدیث وثقہ راویوں والی سند کے مقابلے میں مردود ہے۔ میں نے لکھا تھا: ''ایسے مختلف فیہ راوی کی روایت مؤطا امام مالک کی صحیح روایت کے خلاف کیوں کر پیش کی جا سکتی ہے؟'' (ایضاً ص ۲۸)

علی بن الجعد مختلف فیہ راوی ہے، جمہور نے اس کی توثیق کی ہے، مگر یہ بھی مروی ہے کہ وہ عبداللہ بن عمر، معاویہ بلکہ عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین پر سخت تنقید کرتا تھا، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس کا یہ عقیدہ تھا کہ انہوں نے - معاذ اللہ - بیت المال سے ایک لاکھ درہم ناحق لے لئے تھے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وہ تکفیر کا قائل تھا، وہ کہتا تھا کہ مجھے یہ برا نہیں لگتا کہ اللہ تعالیٰ معاویہ کو عذاب دے دیکھئے تہذیب التہذیب: ج ۷ ص ۲۵۷ وغیرہ

علی بن الجعد اور صحیح بخاری:

میرے علم کے مطابق اس کی صحیح بخاری میں فقط چودہ (۱۴) احادیث ہیں۔

۱: ج ۱ ص ۱۳ ح ۵۳	تابعه غندر ، عنده
۲: ج ۱ ص ۲۱ ح ۱۰۶	تابعه غندر عند مسلم ج ۱ ص ۷ ح ۱
۳: ج ۱ ص ۱۵۷ ح ۱۱۷۹	تابعه آدم عنده
۴: ج ۱ ص ۱۸۷ ح ۱۳۹۳	تابعه آدم عنده ، وهذا في المتابعات
۵: ج ۱ ص ۱۹۱ ح ۱۴۲۴	تابعه آدم بن أبي اياس عنده
۶: ج ۱ ص ۴۱۱ ح ۲۹۳۸	تابعه آدم عنده
۷: ج ۱ ص ۵۰۳ ح ۳۵۶۳	تابعه غندر عند أحمد (۲/۴۷۹) والحديث في صحيح مسلم : ج ۲ ص ۱۸۷ ح ۲۰۶۴
۸: ج ۱ ص ۵۲۶ ح ۳۷۰۷	تابعه حماد بن زيد عن أيوب به عند ابن المنذر ، فتح الباری : ج ۷ ص ۷۳
۹: ج ۲ ص ۸۰۵ ح ۵۳۴۸	تابعه مسلم بن إبراهيم عنده
۱۰: ج ۲ ص ۸۶۷ ح ۵۸۳۴	تابعه عبيد بن سعيد عند مسلم : ج ۲ ص ۱۹۱ ح ۲۰۶۹ وعنده "عبيدة" خطأ
۱۱: ج ۲ ص ۹۰۳ ح ۶۱۱۹	تابعه يحي القطان عنده
۱۲: ج ۲ ص ۹۲۳ ح ۶۲۴۷	تابعه غندر عند مسلم : ج ۲ ص ۲۱۴ ح ۲۱۶۸
۱۳: ج ۲ ص ۹۶۴ ح ۶۵۱۶	تابعه آدم عنده
۱۴: ج ۲ ص ۱۰۷۹ ح ۷۲۶۶	تابعه النضر بن شميل وغيره، یہ وہی حدیث ہے جو (اوپر) نمبر:۱ میں گزر چکی ہے۔

صحیح بخاری: ج۲ ص۱۰۱۴ ح ۶۸۶۲ میں علي غیر منسوب ہے، اسکی متابعت بھی محمد بن عبداللہ بن عبدالاعلیٰ الاسدی نے کر رکھی ہے۔ (شرح السنۃ للبغوی: ج ۱۰ ص ۱۴۹ ح ۲۵۱۹)

مختصر یہ کہ صحیح بخاری میں، علی بن الجعد کی تمام روایات متابعات میں ہیں، اگر چہ وہ ثقہ وصدوق ہے لیکن سخت بدعتی بھی ہے، ایسے راوی کی روایت اگر بالاتفاق ثقہ راویوں کے خلاف ہو تو مردود ہوتی ہے، یہ بات دیانت وامانت اور صحیح علم کے خلاف ہے کہ بالاتفاق ثقہ راویوں کی محفوظ روایت کو مجروح راوی کی وجہ سے رد کر دیا جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

۴ اوپر والی تفصیل سے معلوم ہوا کہ ''امین'' صاحب امانت ودیانت سے کوسوں دور ہیں۔

۵ اصولِ حدیث کی رو سے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے، اسی اصول پر عمل کرتے ہوئے اوکاڑوی صاحب نے سفیان الثوری، مدلس کی عن والی روایت پر جرح کی ہے۔ دیکھئے مجموعہ رسائل: ج ۳ ص ۳۳۱ حوالہ نمبر: ۸۷ وغیر مقلدین کی غیر مستند نماز ص ۲۳

رہا یہ مسئلہ کہ صحیحین میں بھی مدلس کی عن والی روایتیں موجود ہیں تو اس کا جواب اوکاڑوی صاحب کے ممدوح سرفراز خان صفدر صاحب دیوبندی حیاتی سے سن لیں:

''مدلس راوی عن سے روایت کرے تو وہ حجت نہیں اِلا یہ کہ وہ تحدیث کرے یا اس کا کوئی ثقہ متابع ہو مگر یاد رہے کہ صحیحین میں تدلیس مضر نہیں۔ وہ دوسرے طرق سے سماع پر محمول ہے''

(مقدمہ نووی ص ۱۸، فتح المغیث: ص ۷۷ وتدریب الراوی: ص ۱۴۴، ۹ خزائن السنن: ۱/۱)

یہاں پر بطورِ عبرت عرض ہے کہ اوکاڑوی صاحب نے خود صحیحین کے راویوں پر جرح کر رکھی ہے، مثلاً دیکھئے مجموعہ رسائل (۲۰۵/۱) تحقیق مسئلہ رفع الیدین (ص: ۲۹) ابو قلابہ وغیرہ۔

دوسروں کو نصیحت اور خود میاں فضیحت!

صحیحین پر خاک اڑانے والوں کے منہ میں خاک پڑے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ

۶ اوکاڑوی صاحب کی جہالت اتنی شدید ہے کہ وہ قراءات متواترہ اور اجتہادی وتقلیدی مذاہب میں کوئی فرق نہیں سمجھتے حالانکہ قراءات متواترہ پر صحیح احادیث کے دلائل ہیں مثلاً

''إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف، فاقرؤا ما تيسر منه''

(صحیح البخاری: ح ۴۹۹۲ وصحیح مسلم: ح ۸۱۸)

جبکہ ان مذاہب اربعہ پر کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ یہ چوتھی صدی کی بدعت ہیں جیسا کہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ

نے صراحت کی ہے۔ (دیکھئے اعلام الموقعین: ج ۲ ص ۲۰۸، سطر نمبر ۷، مطبوعہ: دار الجیل بیروت لبنان)
قراءات متواترہ، قاریوں کی روایت ہے جو انہوں نے اپنے شیوخ سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک بیان کی ہے جبکہ مذاہبِ اربعہ کا تمام اجتہادی حصہ، اماموں، امتیوں اور مولویوں کی رائے ہے، اوکاڑوی صاحب رائے اور روایت میں فرق نہیں کر سکتے۔

امام ابو عبداللہ الحسین بن الحسن الحلیمی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۰۳ھ) فرماتے ہیں:

" وواحد من هذين ...... أعني المقلد و المرتاب – ليس بمسلم ، أما المقلد فلأنه أراد بدينه موافقه قوم " الخ

اور ان دونوں میں۔ یعنی مقلد اور مرتاب (دین میں شک کرنے والا) ایک بھی مسلم نہیں ہے، مقلد اس لئے نہیں کہ اس نے اپنے دین سے (صرف) لوگوں کی موافقت کا ارادہ کیا ہے۔

(المنھاج فی شعب الایمان: ج ۱ ص ۱۴۵ مطبوعہ: دار الفکر)

اور آگے لکھا ہے کہ:

" أما المؤمن غير المقلد فرجلان " إلخ اور غیر مقلد مؤمن دو قسم کے آدمی ہیں (ص ۱۴۶)

معلوم ہوا کہ امام حلیمی (جو کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کے استاد ہیں) کے نزدیک مؤمن: غیر مقلد ہوتا ہے اور مقلد غیر مسلم ہوتا ہے!

اوکاڑوی صاحب!

بتایئے آپ کا امام حلیمی رحمہ اللہ کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

امین صفدر اوکاڑوی دیوبندی حیاتی صاحب کے مضمون پر تبصرہ ختم ہوا اب ان کی خدمت میں موضوع اور اس مضمون کے مطابق چند سوالات پیش کئے جاتے ہیں۔



اوکاڑوی صاحب جواب دیں:

۱ آپ نے مجموعہ رسائل میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ (مجسم شرم وحیاء) کی نظر مبارک، حالتِ نماز میں، معاذ اللہ گدھی اور کتیا کی شرمگاہ پر پڑتی رہی دیکھئے ص 17۔ اس کا حوالہ صحیح حدیث سے صراحتۃً پیش کریں۔

۲ آپ نے نبی کریم ﷺ سے ایک حدیث " **لا جمعة إلا بخطبة** "منسوب کی ہے (دیکھئے ص 18) اس کا حوالہ صحیح حدیث سے پیش کریں۔

۳ آپ نے آمین کے مسئلہ میں یہ لکھا ہے کہ عطاء بن ابی رباح کی دوسو صحابہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے اور قرأت فی الجنازہ کے مسئلہ میں لکھا ہے کہ عطاء کو دوسو صحابہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہے۔ دیکھئے ص 20 ، اس صریح تناقض کا آپ کے پاس کیا جواب ہے؟

۴ انور شاہ کاشمیری دیوبندی تقلیدی صاحب کا دعوی ہے کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے۔ (دیکھئے ص 44,27) انور شاہ صاحب اپنے اس دعوی میں سچے ہیں یا جھوٹے؟

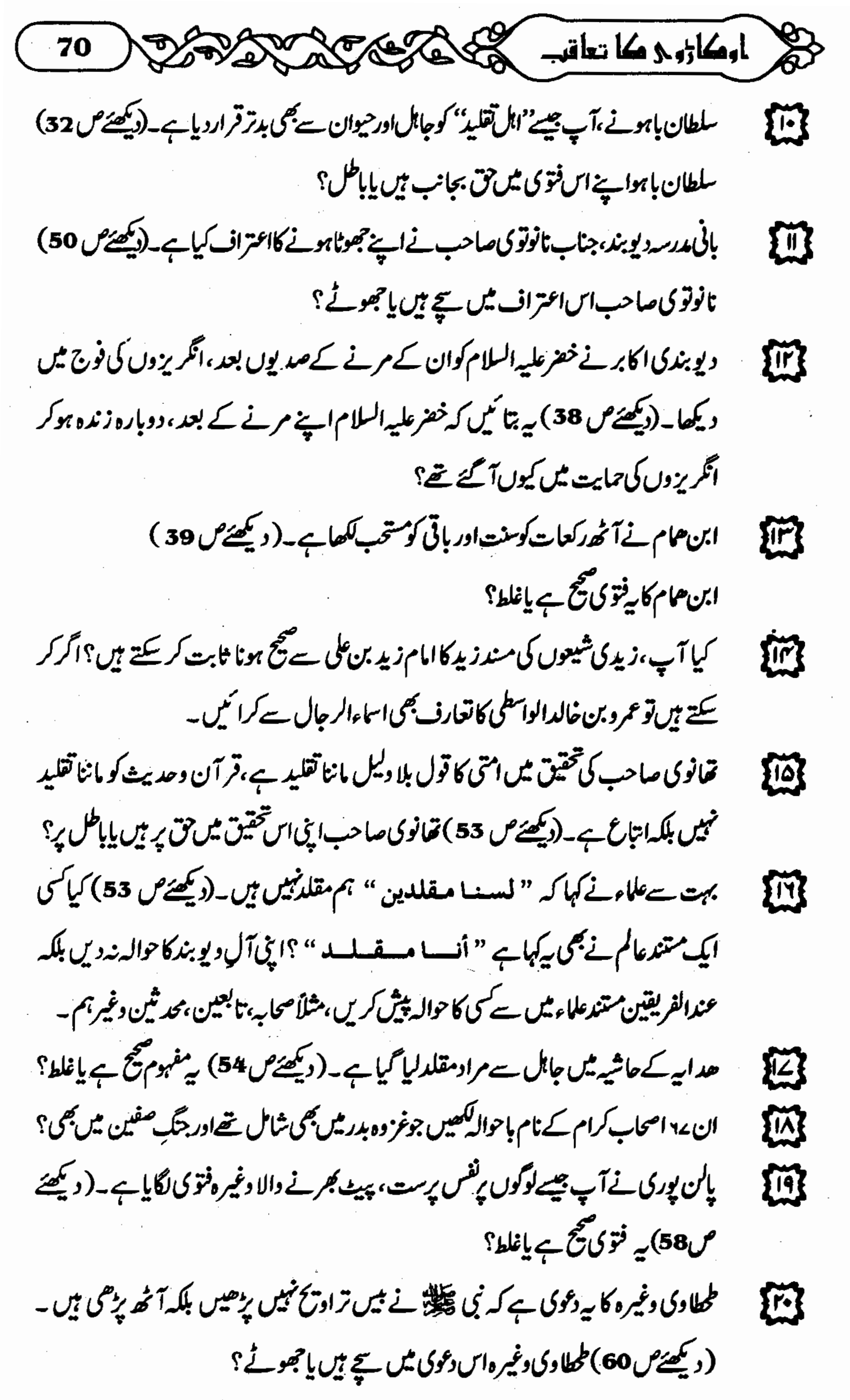
۵ امام سیوطی نے مقلدین حضرات مثلاً فرقہ دیوبندیہ کو اہل سنت والجماعت سے خارج قرار دیا ہے۔ (دیکھئے ص 28) امام سیوطی صاحب اس فیصلہ میں سچے ہیں یا جھوٹے؟ یہ خیال رہے کہ وہ تبیض الصحیفہ (فی مناقب ابی حنیفہ) کے مصنف ہیں!

۶ لکھنوی اور کوثری نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اپنی تقلید سے منع کیا ہے، (دیکھئے ص 29) لکھنوی اور کوثری اس نقل میں جھوٹے ہیں یا سچے؟

۷ کیا امام ابوحنیفہ نے اپنے تقلید کرنے کا بھی صریح حکم، کہیں دیا ہے؟

۸ طحاوی اور تھانوی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ غیر مقلد تھے، (دیکھئے ص 29) طحاوی اور تھانوی سچے ہیں یا جھوٹے؟

۹ آپ کے علماءِ دیوبند، نبی کریم ﷺ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا کہتے ہیں۔ (دیکھئے ص 29) کیا یہ عقیدہ امام ابوحنیفہ سے بھی صراحتۃً ثابت ہے؟



۱۰ سلطان باہو نے، آپ جیسے "اہل تقلید" کو جاہل اور حیوان سے بھی بدتر قرار دیا ہے۔ (دیکھئے ص 32) سلطان باہو اپنے اس فتوی میں حق بجانب ہیں یا باطل؟

۱۱ بانی مدرسہ دیوبند، جناب نانوتوی صاحب نے اپنے جھوٹا ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ (دیکھئے ص 50) نانوتوی صاحب اس اعتراف میں سچے ہیں یا جھوٹے؟

۱۲ دیوبندی اکابر نے خضر علیہ السلام کو ان کے مرنے کے صدیوں بعد، انگریزوں کی فوج میں دیکھا۔ (دیکھئے ص 38) یہ بتائیں کہ خضر علیہ السلام اپنے مرنے کے بعد، دوبارہ زندہ ہو کر انگریزوں کی حمایت میں کیوں آ گئے تھے؟

۱۳ ابن ہمام نے آٹھ رکعات کو سنت اور باقی کو مستحب لکھا ہے۔ (دیکھئے ص 39)
ابن ہمام کا یہ فتوی صحیح ہے یا غلط؟

۱۴ کیا آپ، زیدی شیعوں کی مسند زید کا امام زید بن علی سے صحیح ہونا ثابت کر سکتے ہیں؟ اگر کر سکتے ہیں تو عمرو بن خالد الواسطی کا تعارف بھی اسماء الرجال سے کرائیں۔

۱۵ تھانوی صاحب کی تحقیق میں امتی کا قول بلا دلیل ماننا تقلید ہے، قرآن و حدیث کو ماننا تقلید نہیں بلکہ اتباع ہے۔ (دیکھئے ص 53) تھانوی صاحب اپنی اس تحقیق میں حق پر ہیں یا باطل پر؟

۱۶ بہت سے علماء نے کہا کہ "لسنا مقلدین" ہم مقلد نہیں ہیں۔ (دیکھئے ص 53) کیا کسی ایک مستند عالم نے بھی یہ کہا ہے "أنا مقلد"؟ اپنی آلِ دیوبند کا حوالہ نہ دیں بلکہ عند الفریقین مستند علماء میں سے کسی کا حوالہ پیش کریں، مثلاً صحابہ، تابعین، محدثین وغیرہم۔

۱۷ ھدایہ کے حاشیہ میں جاہل سے مراد مقلد لیا گیا ہے۔ (دیکھئے ص 54) یہ مفہوم صحیح ہے یا غلط؟

۱۸ ان ۶۷ اصحاب کرام کے نام باحوالہ لکھیں جو غزوہ بدر میں بھی شامل تھے اور جنگِ صفین میں بھی؟

۱۹ پالن پوری نے آپ جیسے لوگوں پر نفس پرست، پیٹ بھرنے والا وغیرہ فتوی لگایا ہے۔ (دیکھئے ص 58) یہ فتوی صحیح ہے یا غلط؟

۲۰ طحاوی وغیرہ کا یہ دعوی ہے کہ نبی ﷺ نے بیس تراویح نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ پڑھی ہیں۔ (دیکھئے ص 60) طحاوی وغیرہ اس دعوی میں سچے ہیں یا جھوٹے؟

۲۱ سیوطی صاحب، آپ جیسے مقلد کے لئے یہ شرط لگاتے ہیں کہ چپ رہے بحث ومباحثہ میں مقلد کا دلائل بیان کرنا فضول ہے۔ (دیکھئے ص 6) سیوطی صاحب نے یہ شرط کون سی دلیل کی وجہ سے لگائی ہے؟

۲۲ آپ لوگوں نے راقم الحروف کو ''الاستاذ'' لکھا ہے۔ (دیکھئے ص 63) یہ ''الاستاذ'' کس دلیل سے لکھا ہے؟

۲۳ کیا کپڑا فروش ہونا اور حلال روزی کمانا جرم وحرام ہے؟

۲۴ کیا یہ ممکن ہے کہ آپ میری کتاب ''تعداد رکعات قیام رمضان'' اور اس مضمون دونوں کو متن میں رکھ کر میری طرح تمام اعتراضات و دلائل کو جواب دیں؟ اگر ممکن ہے تو آپ جواب کیوں نہیں دیتے۔ خاموش کیوں ہو گئے ہیں؟

جناب بھائی عمران صاحب!

آپ کے مطالبہ کے مطابق، اوکاڑوی حیاتی صاحب کے مضمون کا مکمل جواب دیا ہے، اب آپ کوشش کریں کہ اوکاڑوی صاحب میرے اس مضمون اور کتاب کا مکمل جواب دیں، اگر وہ انہیں متن میں رکھ کر مکمل جواب نہیں دیں گے تو ان کے جواب کو باطل وکالعدم سمجھا جائے گا۔

تنبیہ: اوکاڑوی صاحب تو اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے ہیں۔ لہذا اب اس کتاب (اوکاڑوی کا تعاقب) کا جواب تمام شاگردانِ اوکاڑوی، اورآلِ دیو بند پر قرض ہے۔ ھل من مجیب؟

وما علینا إلا البلاغ

حافظ زبیر علی زئی (۲۰۰۰-۱۰-۱۱)

نور المصابیح

في مسئلة

التراویح

تصنیف: حافظ زبیر علی زئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نور المصابیح فی مسئلة التراویح

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لانبي بعده أما بعد :

مسئلہ: ہمارے امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز کے بعد صبح کی نماز تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر۱: ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

"كان رسول الله ﷺ يصلي فيما بين أن يفرغ من صلاة العشاء وهي التي يدعوا الناس العتمة إلى الفجر إحدى عشرة ركعة يسلم بين كل ركعتين ويوتر بواحدة" إلخ

رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد صبح تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے اور اسی نماز کو لوگ عتمہ بھی کہتے تھے۔ آپ ہر دو رکعات پر سلام پھیرتے تھے اور ایک وتر پڑھتے تھے۔ الخ

(صحیح مسلم: ۱/۲۵۴ ح ۷۳۶)

دلیل نمبر۲: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کی رمضان میں (رات کی) نماز (تراویح) کیسی ہوتی تھی؟ تو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"ماكان يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة إلخ"

رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، الخ

(صحیح بخاری: ۱/۲۶۹ ح ۲۰۱۳، عمدة القاری: ۱۱/۱۲۸، کتاب الصوم، کتاب التراویح باب فضل من قام رمضان)

ایک اعتراض:

اس حدیث کا تعلق تہجد کے ساتھ ہے؟

جواب: تہجد، تراویح، قیام اللیل، قیام رمضان، وتر ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں۔

دلیل:۱ نبی ﷺ سے تہجد اور تراویح کا علیحدہ علیحدہ پڑھنا قطعاً ثابت نہیں ہے۔

دلیل:۲ ائمہ محدثین نے صدیقۂ کائنات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر قیام رمضان اور تراویح کے ابواب باندھے ہیں، مثلاً

۱ صحیح بخاری، کتاب الصوم (روزے کی کتاب) کتاب صلوۃ التراویح (تراویح کی کتاب) باب فضل من قام رمضان (فضیلت قیامِ رمضان)

۲ مؤطا محمد بن الحسن الشیبانی: ص ۱۴۱، باب قیام شہر رمضان و ما فیہ من الفضل۔

مولوی عبدالحئی لکھنوی نے اس کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ:

" **قوله ، قيام شهر رمضان ويسمى التراويح** " یعنی: قیام رمضان اور تراویح ایک ہی چیز ہے۔

۳ السنن الکبریٰ للبیہقی (۲/۴۹۵، ۴۹۶) باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان

دلیل:۳ متقدمین میں سے کسی محدث یا فقیہ نے نہیں کہا کہ اس حدیث کا تعلق نماز تراویح کے ساتھ نہیں ہے۔

دلیل:۴ اس حدیث کو متعدد اماموں نے بیس رکعات والی موضوع و منکر حدیث کے مقابلہ میں بطور معارضہ پیش کیا ہے۔ مثلاً

۱: علامہ زیلعی حنفی (نصب الرایہ: ۲/۱۵۳)

۲: حافظ ابن حجر عسقلانی (الدرایہ: ۱/۲۰۳)

۳: علامہ ابن ہمام حنفی (فتح القدیر: ۱/۴۶۷، طبع دار الفکر)

۴: علامہ عینی حنفی (عمدۃ القاری: ۱۱/۱۲۸)

۵: علامہ سیوطی (الحاوی للفتاوی: ۱/۳۴۸) وغیرہم

دلیل:۵ سائل کا سوال صرف قیام رمضان سے تھا جس کو تراویح کہتے ہیں، تہجد کی نماز کے بارے میں سائل نے سوال ہی نہیں کیا تھا۔ بلکہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ نے جواب میں سوال سے زائد نبی ﷺ کے قیامِ رمضان و غیر رمضان کی تشریح فرمادی۔ لہذا اس حدیث سے گیارہ رکعات تراویح کا ثبوت صریحاً ہے۔ (ملخصاً من خاتمہ اختلاف: ص ۶۴ باختلاف یسیر)

دلیل: ۶ بعض لوگوں کا یہ دعوی ہے کہ تہجد اور تراویح علیحدہ علیحدہ دو نمازیں ہیں، ان کے اصول پر نبی ﷺ نے ۲۳ رکعات تراویح (۲۰+۳) پڑھیں جیسا کہ ان لوگوں کا عمل ہے اور اسی رات کو گیارہ رکعات تہجد (۸+۳) پڑھی۔ (جیسا کہ ان کے نزدیک صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے)

یہاں پر اشکال یہ ہے کہ اس طرح تو یہ لازم آتا ہے کہ ایک رات میں آپ نے دو دفعہ وتر پڑھے، حالانکہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''لا وتران في ليلة''

ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں۔ (ترمذی: ۱/۱۰۷ ح ۴۷۰، ابو داود: ۱۴۳۹، نسائی: ۱۶۷۸، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۰۱، صحیح ابن حبان: ۶۷۱ اسنادہ صحیح)

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: ''هذا حديث حسن غريب''

یاد رہے کہ اس حدیث کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل میں تضاد نہیں ہوسکتا لہذا یہ ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ نے رات میں صرف ایک وتر پڑھا ہے، آپ ﷺ سے صرف گیارہ (۱۱) رکعات (۸+۳) ثابت ہیں، ۲۳ ثابت نہیں ہیں (۲۰+۳) لہذا تہجد اور تراویح میں فرق کرنا باطل ہے۔

دلیل: ۷ مولوی انور شاہ کشمیری دیو بندی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، دیکھئے فیض الباری (۴۲۰/۲) العرف الشذی (۱۶۶/۱) یہ مخالفین کے گھر کی گواہی ہے۔ اس کشمیری قول کا جواب ابھی تک کسی طرف سے نہیں آیا۔

؎ گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

دلیل: ۸ سیدنا امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تہجد اور تراویح دونوں کو ایک ہی سمجھتے تھے، تفصیل کے لئے دیکھئے فیض الباری (۴۲۰/۲)

دلیل: ۹ متعدد علماء نے اس شخص کو تہجد پڑھنے سے منع کیا ہے جس نے نماز تراویح پڑھ لی ہو۔

(قیام اللیل للمروزی: بحوالہ فیض الباری: ۴۲۰/۲)

یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان علماء کے نزدیک تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے۔

دلیل: ۱۰ سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ کی روایت: ''صلى بنا رسول الله ﷺ في

رمضان ثمان رکعات والوتر إلخ" بھی اس کی مؤید ہے جیسا کہ آگے بالتفصیل آرہا ہے، لہذا اس حدیث کا تعلق تراویح کے ساتھ یقیناً ہے۔ وتلک عشرة کاملة

دلیل نمبر ۳:

سیدنا جابر الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ نے آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھے الخ۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۸/۲ ح: ۱۰۷۰، صحیح ابن حبان (الاحسان) ۶۲/۴، ۶۴ ح: ۲۴۰۱، ۲۴۰۶)

ایک اعتراض:

اس کی سند میں محمد بن حمید الرازی کذاب ہے۔ (مختصر قیام اللیل للمروزی ص ۱۹۷)

جواب: اس حدیث کو یعقوب بن عبداللہ القمی سے محمد بن حمید کے علاوہ اور بھی بہت سے راویوں نے بیان کیا ہے، مثلاً

۱: جعفر بن حمید الکوفی: (الکامل لابن عدی: ۱۸۸۹/۵، المعجم الصغیر للطبرانی: ۱۹۰/۱)

۲: ابوالربیع (الزہرانی/مسند ابی یعلی الموصلی: ۳۳۶/۳، ۳۳۷ ح: ۱۸۰۱، صحیح ابن حبان ح: ۲۴۰۱، ۲۴۰۶)

۳: عبدالاعلی بن حماد (مسند ابی یعلی: ۳۳۶/۳ ح ۱۸۰۱، الکامل لابن عدی: ۱۸۸۸/۵)

۴: مالک بن اسماعیل (صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۸/۲ ح: ۱۰۷۰)

۵: عبیداللہ یعنی ابن موسیٰ (صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۸/۲، ۱۰۷۰)

یہ سارے راوی ثقہ وصدوق ہیں، لہذا محمد بن حمید پر اعتراض غلط اور مردود ہے۔

دوسرا اعتراض:

اس کی سند میں یعقوب القمی ضعیف ہے، اس کے بارے میں امام دارقطنی نے کہا: " لیس بالقوی "

جواب: یعقوب القمی ثقہ ہے، اسے جمہور علماء نے ثقہ قرار دیا ہے۔

۱: نسائی نے کہا: **لیس به بأس**

۲: ابوالقاسم الطبرانی نے کہا: ثقہ

۳: ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا (اور اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے)

۴: جریر بن عبدالحمید اسے ''مومن آل فرعون'' کہتے تھے۔

۵: ابن مہدی نے اس سے روایت بیان کی۔ (تہذیب التہذیب:۱۱/۳۴۲،۳۴۳)

اور ابن مہدی صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔ (تدریب الراوی:۱/۳۱۷ وغیرہ)

۶: حافظ ذہبی نے کہا: صدوق (الکاشف:۳/۲۵۵)

۷: ابن خزیمہ نے اس کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

۸: نورالدین الہیثمی نے اس کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

۹: امام بخاری نے تعلیقات میں اس سے روایت لی ہے اور اپنی ''التاریخ الکبیر'' (۸/۳۹۱ ح: ۳۴۴۳) میں اس پر طعن نہیں کیا، لہذا وہ ان کے نزدیک بقول تھانوی ثقہ ہے۔ دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث (ص ۱۳۶، ظفر احمد تھانوی)

۱۰: حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۳/۱۲ تحت ح:۱۱۲۹) میں اس کی منفرد حدیث پر سکوت کیا ہے اور یہ سکوت (دیوبندیوں کے نزدیک) اس کی تحسینِ حدیث کی دلیل ہے۔

(قواعد فی علوم الحدیث ص ۵۵ وغیرہم) وتلک عشرة کاملہ

تیسرا اعتراض:

اس روایت کی سند میں عیسیٰ بن جاریہ ضعیف ہے، اس پر ابن معین، الساجی، العقیلی، ابن عدی اور ابوداود نے جرح کی ہے، بعض نے منکر الحدیث بھی لکھا ہے۔

جواب: عیسیٰ بن جاریہ جمہور علماء کے نزدیک ثقہ، صدوق یا حسن الحدیث ہیں۔

۱: ابوزرعہ نے کہا: لا باس به

۲: ابن حبان نے الثقات میں ذکر کیا ہے۔

۳: ابن خزیمہ نے اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

۴: الہیثمی نے اس کی حدیث کی تصحیح کی۔ (مجمع الزوائد:۲/۷۲)

اور اسے ثقہ کہا (مجمع الزوائد:۲/۱۸۵)

۵: البوصیری نے زوائد سنن ابن ماجہ میں اس کی حدیث کی تحسین کی ہے۔

(دیکھئے حدیث:۴۲۴۱)

۶: الذہبی نے اس کی منفرد حدیث کے بارے میں "اسنادہ وسط" کہا۔

۷: بخاری نے التاریخ الکبیر (۳۸۵/۶) میں اسے ذکر کیا ہے اور اس پر طعن نہیں کیا۔

۸: حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی حدیث پر سکوت کیا۔ (۱۰/۳ تحت ح:۱۱۲۹)

۹: حافظ منذری نے اس کی ایک حدیث کو "باسناد جید" کہا۔ (الترغیب والترہیب:۵۰۷/۱)

۱۰: ابوحاتم الرازی نے اسے ذکر کیا اور اس پر کوئی جرح نہیں کی۔

(دیکھئے الجرح والتعدیل:۲۷۳/۶)

ابوحاتم کا سکوت (دیوبندیوں کے نزدیک) راوی کی توثیق ہوتی ہے۔ (قواعد فی علوم الحدیث:ص ۲۴۷)

تلک عشرة کاملة، لہذا یہ سند حسن ہے۔

دلیل نمبر ۴:

جناب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

میں نے آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھے رمضان میں اور نبی ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ نے کچھ (رد) بھی نہیں فرمایا:

"فکانت سنة الرضا" پس یہ رضامندی والی سنت بن گئی۔ (مسند ابی یعلی:۲۳۶/۳، ح۱۸۰۱)

علامہ ہیثمی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا:

" رواه أبو يعلى والطبراني بنحوه في الأوسط وإسناده حسن "

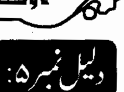
اسے ابویعلی نے روایت کیا اور اسی طرح طبرانی نے اوسط میں روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

(مجمع الزوائد:۷۴/۲)

اس حدیث کی سند وہی ہے جو کہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ہے، دیکھئے ص:۵، جناب مولوی سرفراز صفدر دیوبندی لکھتے ہیں:

"اپنے وقت میں اگر علامہ ہیثمی کو صحت اور سقم کی پرکھ نہیں، تو اور کس کو تھی؟"

(احسن الکلام:۲۳۳/۱، توضیح الکلام:۲۷۹/۱)



دلیل نمبر ۵:

سیدنا امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابی بن کعب اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ لوگوں کو (رمضان میں رات کے وقت) گیارہ رکعات پڑھائیں۔ (مؤطا امام مالک: ۱/۱۱۴ ح: ۲۴۹، السنن الکبری للبیہقی: ۲/۴۹۶) یہ حدیث بہت سی کتابوں میں موجود ہے۔ مثلاً

۱: شرح معانی الآثار: ۱/۲۹۳ واحتج بہ
۲: المختارہ للحافظ ضیاء المقدسی (بحوالہ کنز العمال: ۸/۴۰۷ ح ۲۳۴۶۵)
۳: معرفۃ السنن والاثار للبیہقی (ق ۲/۳۶۷، ۳۶۸ مطبوع: ۲/۳۰۵ ح ۱۳۶۶ ب)
۴: قیام اللیل للمروزی: ص ۲۰۰
۵: مصنف عبدالرزاق (بحوالہ کنز العمال: ح ۲۳۴۶۵)
۶: مشکوۃ المصابیح (ص ۱۱۵ ح: ۱۳۰۲)
۷: شرح السنہ للبغوی (۴/۱۲۰ تحت ح: ۹۹۰)
۸: المہذب فی اختصار السنن الکبیر للذہبی (۲/۴۶۱)
۹: کنز العمال (۸/۴۰۷ ح ۲۳۴۶۵)
۱۰: السنن الکبری للنسائی (۳/۱۱۳ ح ۴۶۸۷) وغیرہم، اس فاروقی حکم کی سند بالکل صحیح ہے۔

دلیل: ۱ اس کے تمام راوی زبردست قسم کے ثقہ ہیں۔
دلیل: ۲ اس سند کے کسی راوی پر کوئی جرح نہیں ہے۔
دلیل: ۳ اسی سند کے ساتھ ایک روایت صحیح بخاری کتاب الحج میں بھی موجود ہے۔ (ح ۱۸۵۸)
دلیل: ۴ شاہ ولی اللہ الدہلوی نے "اہل الحدیث" سے نقل کیا ہے کہ مؤطا کی تمام احادیث صحیح ہیں۔

(حجۃ اللہ البالغہ: ۲/۲۴۱ اردو)

دلیل: ۵ جناب طحاوی حنفی نے "فهذا يدل" کہہ کہ یہ اثر بطور حجت پیش کیا ہے۔ (معانی الاثار: ۱/۱۹۳)
دلیل: ۶ ضیاء المقدسی نے المختارہ میں یہ اثر لا کر اس کا صحیح ہونا ثابت کر دیا ہے۔ دیکھئے اختصار علوم الحدیث

دلیل:۷ امام ترمذی نے اس جیسی ایک سند کے بارے میں کہا: ''حسن صحیح'' (ح ۹۲۶)

دلیل:۸ اس روایت کو متقدمین میں سے کسی ایک محدث نے بھی ضعیف نہیں کہا۔

دلیل:۹ علامہ باجی رحمہ اللہ نے اس اثر کو تسلیم کیا ہے۔ (موطا بشرح الزرقانی: ۲۳۸/۱ ح ۲۴۹)

دلیل:۱۰ مشہور غیر اہلِ حدیث محمد بن علی النیموی (متوفی: ۱۳۲۲ھ) نے اس روایت کے بارے میں کہا: ''واسنادہ صحیح'' (آثار السنن ص ۲۵۰) اور اس کی سند صحیح ہے۔

(لہذا بعض متعصب لوگوں کا پندرہویں صدی میں اسے مضطرب کہنا باطل اور بے بنیاد ہے)

سنت خلفائے راشدین

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" فمن أدرک منکم فعلیه بسنتي وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین عضوا علیها بالنواجد "

پس تم میں سے جو یہ (اختلاف) پائے تو اس پر (لازم) ہے کہ میری سنت اور میرے خلفائے راشدین مھدیین کی سنت کو لازم پکڑ لے، اسے اپنے دانتوں کے ساتھ (مضبوط) پکڑ لو۔

(سنن ترمذی: ۹۶/۲ ح ۲۶۷۶)

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ھذا حدیث حسن صحیح''

یاد رہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا خلیفہ راشد ہونا نص صحیح سے ثابت ہے اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" اقتدوا بالذین من بعدي أبي بکر و عمر "

میرے بعد ان دو شخصوں ابوبکر اور عمر کی اقتداء (اطاعت) کرنا۔

(سنن ترمذی: ۲۰۷/۲ ح ۳۶۶۲، ابن ماجہ: ۹۷)

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: ''ھذا حدیث حسن''

لہذا ثابت ہوا کہ یہ فاروقی حکم بھی حدیث مرفوع کے حکم میں ہے، جبکہ مرفوع احادیث بھی اس کی تائید کرتی ہیں اور ایک بھی صحیح مرفوع حدیث اس کے مخالف نہیں ہے۔

دلیل نمبر ٦:

جناب السائب بن یزید (صحابی) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

" کنا نقوم في زمان عمر بن الخطاب رضي الله عنه بإحدى عشرة ركعة ...... إلخ "

ہم (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے......الخ

(سنن سعید بن منصور بحوالہ الحاوی للفتاوی: ۱/۳۴۹ وحاشیہ آثار السنن ص ۲۵۰)

اس روایت کے تمام راوی جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں۔ جناب جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

" وفي مصنف سعيد بن منصور بسند في غاية الصحة "

اور یہ (گیارہ رکعات والی روایت) مصنف سعید بن منصور میں بہت صحیح سند کے ساتھ ہے۔

(المصابیح فی صلوۃ التراویح للسیوطی: ص ۱۵، الحاوی للفتاوی: ۱/۳۵۰)

لہذا ثابت ہوا کہ گیارہ رکعات قیام رمضان (تراویح) پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

دلیل نمبر ۷:

مصنف ابن ابی شیبہ (متوفی ۲۳۵ھ) میں ہے کہ:

"إن عمر جمع الناس على أبي و تميم فكانا يصليان إحدى عشرة ركعة إلخ "

بے شک عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی (بن کعب) اور تمیم (الداری) رضی اللہ عنہما پر جمع کیا، پس وہ دونوں گیارہ رکعات پڑھاتے تھے۔ (۲/۳۹۲ ح ۷۶۷۰)

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے اور اس کے سارے راوی صحیح بخاری وصحیح مسلم کے ہیں اور بالاجماع ثقہ ہیں۔

دلیل نمبر ۸:

نبی کریم ﷺ سے بیس رکعات تراویح قطعاً ثابت نہیں ہے۔

جناب انور شاہ کشمیری دیوبندی فرماتے ہیں کہ:

" وأما عشرون ركعة فهو عنه عليه السلام بسند ضعيف وعلى ضعفه إتفاق "

اور بیس رکعات والی جو روایت ہے، وہ ضعیف سند کے ساتھ ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔

(العرف الشذی:۱/۱۶۶)

لہٰذا بیس رکعات والی روایت کو امت مسلمہ کا ''تلقی بالرد'' حاصل ہے یعنی امت نے اسے **بالاتفاق** رد کر دیا ہے۔

طحاوی حنفی اور محمد احسن نانوتوی کہتے ہیں کہ:

" لأن النبي عليه الصلوة والسلام لم يصلها عشرين بل ثماني "

بے شک نبی ﷺ نے بیس نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ پڑھی ہیں۔

(حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار:۱/۲۹۵ واللفظ لہ، حاشیہ کنز الدقائق: ص ۳۶ حاشیہ:۴)

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے کہا:

''اور سنت مؤکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعات ہونا تو باتفاق ہے'' **(براہین قاطعہ: ص ۱۹۵)**

عبدالشکور لکھنوی نے کہا:

''اگرچہ نبی ﷺ سے آٹھ رکعت تراویح مسنون ہے اور ایک ضعیف روایت میں ابن عباس سے بہت سی رکعت بھی......'' **(علم الفقہ: ص ۱۹۸)**

یہ حوالے بطورِ الزام پیش کیے گئے ہیں۔

دلیل نمبر ۹:

امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے باسند صحیح متصل بیس رکعات تراویح **قطعاً** ثابت نہیں ہے۔ یحیی بن سعید الانصاری اور یزید بن رومان کی روایتیں منقطع ہیں **(اس بات کا اعتراف حنفی و تقلیدی علماء نے بھی کیا ہے)**

اور باقی جو کچھ بھی ہے وہ نہ تو خلیفہ کا حکم ہے اور نہ خلیفہ کا عمل، اور نہ خلیفہ کے سامنے **لوگوں کا عمل**، ضعیف و منقطع روایات کو وہی شخص پیش کرتا ہے جو خود ضعیف اور منقطع ہوتا ہے۔

دلیل نمبر ۱۰:

کسی ایک صحابی سے باسند صحیح متصل بیس رکعات تراویح قطعاً ثابت نہیں ہیں۔ وتلك عشرة كاملة

لہذا ثابت ہوا کہ گیارہ رکعات سنتِ رسول ﷺ، سنتِ خلفائے راشدین اور سنتِ صحابہ رضی اللہ عنہم ہے۔

امام ابوبکر بن العربی (متوفی ۵۴۳ھ) نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

" والصحيح أن يصلي إحدى عشر ركعة صلاة النبي ﷺ وقيامه فأما غير ذلك من الأعداد فلا أصل له "

اور صحیح یہ ہے کہ گیارہ رکعات پڑھنی چاہئے (یہی) نبی ﷺ کی نماز اور قیام ہے، اور اس کے علاوہ جو اعداد ہیں تو ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (عارضۃ الاحوذی شرح الترمذی: ۱۹/۴)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

" الذي آخذ لنفسي في قيام رمضان ، هو الذي جمع به عمر بن الخطاب الناس إحدى عشرة ركعة وهي صلوة رسول الله ﷺ ولا أدري من أحدث هذا الركوع الكثير "

میں تو اپنے لئے گیارہ رکعات قیامِ رمضان (تراویح) کا قائل ہوں اور اسی پر عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے لوگوں کو جمع کیا تھا، اور یہی رسول اللہ ﷺ کی نماز ہے، مجھے پتہ نہیں کہ لوگوں نے یہ بہت سی رکعتیں کہاں سے نکال لی ہیں؟ (کتاب التہجد: ص۱۷۶ ح ۸۹۰، دوسرا نسخہ: ص ۲۸۷)

قارئین کرام!

متعدد علماء (بشمول علماء احناف) سے گیارہ رکعات (تراویح) کا سنت ہونا ثابت ہے، چونکہ ہمارے پیارے نبی ﷺ اور خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے گیارہ رکعات ثابت ہیں۔ جیسا کہ اوپر گزرا ہے۔ لہذا ہمیں کسی عالم کا حوالہ دینے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ وفيه كفاية لمن له دراية



فہارس

فہرست اطراف

فہرست رجال